چیف ایڈیٹر: انصار الابرار 0314-5769494

مجلہ جامِ کوثر مردان

غوث اعظم سرکار بغداد پیران پیر شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ

جلد نمبر 2 — شوال المکرم/صفر شریف 1435-36ھ، ستمبر/دسمبر 2014 — شمارہ نمبر 6

سالانہ -/250 روپے

خط وکتابت اور ترسیل رقم کا پتہ

انصار الابرار گاؤں کاگان ڈاکخانہ ذنڈو ڈھیری ضلع مردان صوبہ خیبر پختونخوا

(زرتعاون کیلئے) اکائنٹ نمبر 0203394405 UBL برانچ کوٹ نمبر 0228 نیوادہ مردان

Email: ansar0314@gmail.com

چیف ایڈیٹر: انصار الابرار
0314-5769494

فہرست

ادارے کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں (ادارہ)

رسالہ پڑھ کر اپنے قیمتی آراء سے ہمیں آگاہ کر کے تعاون فرمائیں۔ (ادارہ)

حمد باری تعالیٰ

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

(اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ)

یاالٰہی ہر جگہ تیری عطا کا ساتھ ہو
جب پڑے مشکل شہہ مشکل کشا کا ساتھ ہو

یا الٰہی بھول جاؤں نزع کی تکلیف کو
شادیٔ دیدار حسنِ مصطفیٰ کا ساتھ ہو

یا الٰہی گرمیٔ محشر سے جب بھڑکیں بدن
دامن محبوب کی ٹھنڈی ہوا کا ساتھ ہو

یا الٰہی نامہ اعمال جب کھلنے لگیں
عیب پوش خلق ستار خطا کا ساتھ ہو

یا الٰہی جب سرِ شمشیر پر چلنا پڑے
ربِّ سلم کہنے والے غمزدہ کا ساتھ ہو

یاالٰہی جو دعائیں نیک میں تجھ سے کروں
قدسیوں کے لب سے آمین ربنا کا ساتھ ہو

یاالٰہی جب رضا خواب گراں سے سر اٹھائے
دولت بیدار عشق مصطفیٰ کا ساتھ ہو

نعت رسول ﷺ

کلام: (اعلیٰ حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ)

جبکہ پیدا شہِ انس وجان ہو گیا
دور کعبہ سے لوث بتاں ہو گیا
دل مکان شہ عرشیاں ہو گیا
لا مکاں لا مکاں لامکاں ہو گیا
سر فدائے رہ جان جاں ہو گیا
امتحاں امتحاں امتحاں ہو گیا
تھا براق نبی یا کہ نور نظر
یہ گیا وہ گیا وہ نہاں ہو گیا
حق شفاعت سے تیری گناہ گاروں پر
مہرباں ہو گیا مہرباں ہو گیا
یا نبی لو خبر آتش غم سے میں
تفتہ جاں تفتہ جاں تفتہ جاں ہو گیا
طوطی اصفہان سُن کلامِ رضا
بے زباں بے زباں بے زباں ہو گیا

ابوالصمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی

حیاتِ امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی ایک جھلک

نام: پیدائشی نام: محمد ۔ تاریخی نام: المختار۔ جد امجد کا تجویز کردہ نام: احمد رضا۔ اپنے لئے تجویز کردہ نام: عبدالمصطفیٰ

والد ماجد کا نام: مولانا نقی علی خان ۔ دادا کا نام: امام العلماء رضا علی خان۔ پردادا کا نام حافظ کاظم علی خان بن محمد اعظم خان

قوم: بڑہیچ افغان (یوسف زئی پختون) اولادِ صحابی رسول ﷺ حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ

آباء واجداد کا وطن: افغانستان، صوبہ قندھار، علاقہ شوراوک

ولادت باسعادت: بمقام بریلی شریف محلہ جسولی (روہیل کھنڈ)۔ بروز شنبہ، وقت ظہر، ۱۴ جون ۱۸۵۶ء بمطابق ۱۰ شوال المکرم ۱۲۷۲ھ

ختم ناظرہ قرآن مجید: عمر ۴ سال ۔ ۱۸۶۰ء ۔ ۱۲۷۶ھ

پہلا خطاب: عمر ۶ سال ۔ ۱۸۶۲ء ۔ ربیع الاول ۱۲۷۸ھ ۔ خطابِ موضوع: میلادِ مصطفیٰ ﷺ

پہلی تحقیق: عمر ۸ سال مسئلہ وراثت

پہلی تصنیف: شرح ہدایۃ النحو ۔ ۱۸۶۴ء ۔ ۱۲۸۰ھ

دوسری تصنیف: حاشیہ مسلم الثبوت ۔ ۱۸۶۶ء ۔ ۱۲۸۲ھ

پہلی عربی تصنیف: ۱۸۶۸ء ۔ ۱۲۸۵ھ

سالِ فراغت دستارِ فضیلت: عمر ۱۳ سال ۱۰ ماہ ۵ دن ۔ ۱۲۶۹ء ۔ شعبان ۱۲۸۶ھ

مسندِ افتاء کی ذمہ داری: ۱۸۶۹ء ۱۴ شعبان المعظم ۱۲۸۶ھ

پہلا فتویٰ: عمر ۱۳ سال ۱۰ ماہ ۵ دن ۔ مسئلہ رضاعت

آغاز درس وتدریس: ۱۸۶۹ء ۔ ۱۲۸۶ھ

ازدواجی زندگی کا آغاز:۱۸۷۴ء۔۱۲۹۱ھ

فرزندِ اکبر حجۃ الاسلام حامد رضا خان کی ولادت:۱۸۷۵ء۔ربیع الاول ۱۲۹۲ھ۔

فتویٰ نویسی کی مکمل اجازت:۱۸۷۶ء۔۱۲۹۳ھ

مرشد کامل حضرت سید شاہ آلِ رسول ماہرہ شریف سے بیعت طریقت و خلافتِ سلاسل:۱۸۷۷ء۔۵جمادی الاول ۱۲۹۴ھ

پہلی اردو تصنیف کی اشاعت:۱۸۷۷ء۔۱۲۹۴ھ

زیارت حرمین شریفین اور پہلا حج:۱۸۷۸ء۔۱۲۹۵ھ

شیخ سید احمد دحلان مکی مفتی شافعیہ سے اجازتِ حدیث:۱۸۷۸ء۔۱۲۹۵ھ

مفتی مکہ شیخ عبدالرحمٰن سراج مکی مفتی حنفیہ سے اجازتِ حدیث،فقہ،اصول،تفسیر اور دوسرے علوم کی اجازت:۱۸۷۸ء۔۱۲۹۵ھ

امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی نے آپ کے پیشانی میں نورِ الٰہیہ کا مشاہدہ کیا:بعد نمازِ مغرب،۱۸۷۸ء۔۱۲۹۵ھ

شیخ عابد السندی کے تلمیذ رشید امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے اجازتِ صحاح ستہ،اور سلسلہ قادریہ:۱۸۷۸ء۔۱۲۹۵ھ

امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی کی طرف سے لقب:ضیاء الدین احمد۔۱۸۷۸ء۔۱۲۹۵ھ

امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی سے مذکورہ سند میں امام بخاری تک گیارہ واسطے

امام کعبہ شیخ حسین بن صالح جمل اللیل مکی کے ایما سے رسالہ جوہر مضیہ کی شرح بنام "النیرۃ الوضیۃ فی شرح الجوہرۃ المضیۃ"

مسجد حنیف مکہ مکرمہ میں بشارتِ مغفرت:۱۸۷۸ء۔۱۲۹۵ھ

زمانہ حال کے یہود و نصاریٰ کی عورتوں سے نکاح کے عدمِ جواز کا فتویٰ:۱۸۸۱ء۔۱۲۹۸ھ

تحریک گاؤکشی کا سدباب:۱۸۸۲ء۔۱۲۹۹ھ

پہلی فارسی تصنیف:۱۸۸۲ء۔۱۲۹۹ھ

فرزندِ اصغر مفتی اعظم ہند مصطفیٰ رضا خان کی ولادت:۱۸۹۳ء۔۲۲ذی الحجہ،۱۳۱۰ھ

مولانا رحمٰن علی نے تذکرہ علماء ہند میں امام مجدد اعلیٰ حضرت کا تذکرہ لکھا ہے اور اسمیں اعلیٰ حضرت کے ۷۵ کتب کا ذکر کیا ہے۔یہ کتاب ۸۔۱۸۸۷ء۔۱۳۰۵ھ میں لکھنی شروع ہوئی اور ۱۹۹۰ء۔۸۔۱۳۰۷ھ میں مکمل ہوگئی اور پہلا ایڈیشن ۱۸۹۴ء۔۱۳۱۲ھ لکھنو سے شائع ہوا۔

جلسہ تاسیس ندوہ کانپور میں شرکت: ۱۸۹۳ء۔۱۳۱۱ھ اور تحریک ندوہ سے علیحدگی :۱۸۹۷ء۔۱۳۱۵ھ

مقابر پر عورتوں کے جانے کی ممانعت میں تحقیقی فتویٰ:۱۸۹۸ء۔۱۳۱۶ھ

قصیدہ عربیہ امال الابرار:۱۹۰۰ء۔۱۳۱۸ھ

ندوۃ العلماء کے خلاف ہفتہ روزہ اجلاس پٹنہ میں شرکت:۱۹۰۰ء۔۱۳۱۸ھ

علماء ہند کی طرف خطاب مجدد مائۃ حاضرہ:۱۹۰۰ء۔۱۳۱۸ھ

المعتمد المستند کی تصنیف:۱۹۰۲ء۔۱۳۲۰ھ

تاسیس دارالعلوم منظرِ اسلام بریلی:۱۹۰۴ء۔۱۳۲۲ھ

دوسرا حج اور زیارتِ حرمین شریفین:۱۹۰۵ء۔ذی القعدہ،۱۳۲۳ھ

کرنسی نوٹ کے جواز کے پر سب سے پہلی تصنیف "کفل الفقیہ الفاہم فی احکام قرطاس الدراہم":۱۹۰۵ء۔۱۳۲۳ھ

امام کعبہ شیخ عبداللہ میرداد اور ان کے استاد حامد احمد محمد جدادی مکی کا مشترکہ استفتاء اور امام مجدد کا تحقیقی جواب:۱۹۰۶ء۔۱۳۲۴ھ

تصنیف الدولۃ المکیہ (مکہ معظمہ میں):۱۹۰۶ء۔۱۳۲۴ھ

حسام الحرمین: ۱۹۰۶ء۔۱۳۲۴ھ

علماء مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے نام سنداتِ اجازت وخلافت: ۱۹۰۶ء۔۱۳۲۴ھ

واپسی حج: ۱۹۰۶ء۔۱۳۲۴ھ

پوتے (مفسر اعظم ہند محمد ابراہیم رضا خان والدِ ماجد تاج الشریعہ اختر رضا خان الازہری)
کی ولادت: ۱۹۰۷ء۔۱۳۲۵ھ

امام مجدد اعلیٰ حضرت کے عربی فتوے کو حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کا زبردست خراجِ
عقیدت: ۱۹۰۷ء۔۱۳۲۵ھ

ترجمہ قرآن مجید کنز الایمان: ۱۹۱۱ء۔۱۳۳۰ھ

شیخ ہدایت اللہ بن محمد بن محمد سعید السندی مہاجر مدنی کا امام مجدد اعلیٰ حضرت کے بارے میں
اعترافِ مجددیت: ۱۹۱۲ء۔۱۳۳۰ھ

شیخ موسیٰ علی الشامی الازہری کی طرف سے امام مجدد اعلیٰ حضرت کو خطاب ''امام الائمۃ المجد د
الھند الامہ'': یکم ربیع الاول ۱۹۱۲ء۔۱۳۳۰ھ

حافظ کتب الحرم سید اسمٰعیل خلیل مکی کی طرف سے امام مجدد اعلیٰ حضرت کو خطاب ''خاتم الفقہاء
والمحد ثین'': ۱۹۱۲ء۔۱۳۳۰ھ

علومِ المربعات میں ڈاکٹر ضیاء الدین کے سوال کا فاضلانہ جواب: ۱۹۱۳ء۔۱۳۳۱ھ

ملت اسلامیہ کیلئے اصلاحی اور انقلابی پروگرام کا اعلان: ۱۹۱۳ء۔۱۳۳۱ھ

بہاول پور ہائی کورٹ کے جسٹس محمد دین کا استفتاء اور امام مجدد اعلیٰ حضرت کا تحقیقی جواب:
۱۹۱۳ء۔۱۳۳۱ھ

مسجد کانپور کے قضیے پر برطانوی حکومت سے معاہدہ کرنے والوں کے خلاف ناقدانہ رسالہ:
۱۹۱۳ء۔۱۳۳۱ھ

ڈاکٹر ضیاء الدین (وائس چانسلر مسلم علی گڑھ یونیورسٹی) کی آمد اور استفادہ علمی: ۱۹۱۴ء۔۱۳۳۲ھ

انگریزی عدالت میں جانے سے انکار اور حاضری سے استثناء: ۱۹۱۶ء۔۱۳۳۴ھ

تاسیس جماعت رضائے مصطفیٰ بریلی: ۱۹۱۷ء۔۱۳۳۶ھ

سجدہ تعظیمی کی حرمت پر فاضلانہ تحقیق: ۱۹۱۸ء۔۱۳۳۷ھ

امریکی سائنسداں پروفیسر البرٹ ایف پورٹا کو شکستِ فاش: ۱۹۱۹ء۔۱۳۳۸ھ

آئزک نیوٹن اور آئین اسٹائن کے نظریات کے خلاف فاضلانہ تحقیق: ۱۹۱۲۰ء۔۱۳۳۸ء

ردِ حرکت زمین پر ناقابلِ تردید ایک سو پانچ (۱۰۵) دلائل اور فاضلانہ تحقیق: ۱۹۱۲۰ء۔۱۳۳۸ء

فلاسفہ قدیمہ کا ردِ بلیغ: ۱۹۱۲۰ء۔۱۳۳۸ھ

نظریہ پاکستان کی بنیاد اور دو قومی نظریہ پر حرفِ آخر: ۱۹۲۱ء۔۱۳۳۹ھ

تحریک خلافت کا افشائے راز: ۱۹۲۱ء۔۱۳۳۹ھ

تحریک ترکِ موالات کا افشائے راز: ۱۹۲۱ء۔۱۳۳۹ھ

انگریزوں کے معاونت اور حمایت کے الزام کے خلاف تاریخی بیان: ۱۹۲۱ء۔۱۳۳۹ھ

امام مجدد اعلیٰ حضرت کو ۵۷ علوم پر دسترس حاصل تھا۔ امام مجدد اعلیٰ حضرت کی تصانیف کی تعداد ۱۵۰۰ سے زائد ہے جس میں ہر موضوع پر کتاب موجود ہے۔ ۳۳ جلدوں پر مشتمل فتاوی رضویہ ہزاروں صفحات پر مشتمل ہے۔ آپ کی نعتیہ شاعری حدائق بخشش دو (۲) حصوں پر مشتمل ہے۔ جس میں کلام ''مصطفیٰ جان رحمت پہ لاکھوں سلام'' کو پوری دنیا میں مقبولیت حاصل ہے۔ جب بھی کوئی عشق رسول ﷺ کی بات کرتا ہے تو انہیں امام مجدد اعلیٰ حضرت کی نسبت سے بریلوی کہا جاتا ہے۔

وصال: ۲۸ اکتوبر ۱۹۲۱ء۔ ۲۵ صفر المظفر ۱۳۴۰ھ

☆☆☆

ابوالھمام محمد اشتیاق فاروقی مجددی

امام مجدد اعلیٰ حضرت کی شان اور اکابرِ دیوبند کا اعتراف

امام مجدد اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان قادری افغانی قدس سرہ کی علمی شان اور خدمات پر زمانہ گواہ ہے۔اور کیوں نہ ہو سرورِ دوجہاں نبی غیب دان ﷺ نے آپ کے جدامجد حضرت قیس عبدالرشید رضی اللہ عنہ صحابی رسول کے بارے میں بشارت سنائی تھی کہ اس مردِ جری سے میری امت کا ایک عظیم طائفہ پیدا ہوگا جو جرأت وشجاعت میں لاثانی اور دین کا بطان کہلائے گا۔(تاریخ خورشید جہاں)

امام مجدد اعلیٰ حضرت کا سلسلہ نسب کئی واسطوں سے حضرت قیس عبدالرشید سے ملتا ہے۔قیس عبدالرشید کے اولاد میں امام مجدد اعلیٰ حضرت ہی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے بدعقیدہ فرقوں کے خلاف آواز اٹھائی اور سنی حنفی مذہب کی شدت سے تائید کی۔یہاں ایک اور اشکال کا جواب دینا ضروری ہے کہ اگر کسی کو ''طائفہ'' سے اشکال ہو کہ طائفہ سے جماعت مراد لی جائے گی نہ کہ فردِ واحد تو ان کی خدمت میں دارالعلوم دیوبند کے استاد مولوی بدرِ عالم میرٹھی صاحب کا اعتراف نقل کیا جاتا ہے بدرِ عالم صاحب ترجمان السنۃ میں صاحب توجیہہ النظر کے حوالے سے لکھتے ہیں ''لغت میں طائفہ کسی چیز کے ایک حصہ کو کہتے ہیں اس لئے اس کا اطلاق ایک شخص سے لے کر جماعت تک کیا جاسکتا ہے'' (ترجمان السنۃ جلد اول صفحہ ۱۷۷)

اسی لئے اسی طائفہ سے مراد اگر امام مجدد اعلیٰ حضرت ہی لیا جائے تو لغت کے اعتبار سے اور امام مجدد کے تجدیدی کارناموں کے اعتبار سے بالکل صحیح ہے۔جیسا گزر چکا ہے کہ یہ طائفہ دین اسلام کا بطان کہلائے گا۔بطان عربی میں کشتی کے اس حصہ کو کہتے ہیں کہ ہمیشہ پانی اور سمندر کی موجوں اور نمکیات میں رہ کر بھی سلامت رہتا ہے اور ان کا اثر نہیں لیتا۔بطان کشتی کا وہ حصہ جسے زنگ نہ لگے۔امام مجدد اعلیٰ حضرت بھی سلف وصالحین کے عقائد کے ترجمان

تھے اور اسلام میں نئے عقائد اور جدید فرقوں کے سیلاب سے محفوظ رہے اور شدت سے قدیم حنفی مسلک داعی تھے۔

مگر آج کل بعض دیوبندی اصاغر امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی طرف کفر شرک کی نسبت کرتے ہیں اور امام مجدد اعلیٰ حضرت کو ایک نئے فرقے کا بانی سمجھتے ہیں۔مگر یہ دیوبندی حضرات اپنے اکابر کے اقوال اور تصانیف سے بالکل بے خبر ہیں۔اور اگر باخبر ہیں تو پھر یہ حضرات اپنے اکابر کے باغی ہیں کیونکہ اکابرِ دیوبند نے امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو نہ تو کافر کہا ہے اور نہ مشرک بلکہ امام مجدد اعلیٰ حضرت کی طرف ایسی نسبت کرنے والوں سے بیزاری کا اظہار کیا ہے۔اور اپنے اقوال میں امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تعریف و مدح خوانی کی ہے۔آیئے دیوبندی اکابر کے اس حقیقتِ اعتراف کی ایک جھلک ملاحظہ کرتے ہیں۔

دیوبندی قطب الارشاد رشید احمد گنگوہی صاحب کا اعتراف

''واللہ العظیم کہ حضرت کی زبان سے عمر بھر میں کبھی ایک کلمہ بھی ایسا سننے میں نہیں آیا جس سے یہ بھی معلوم ہو جائے کہ حضرت ان (امام احمد رضا خان) کو اپنا دشمن سمجھتے ہیں۔''
(تالیفاتِ رشیدیہ صفحہ ۱۰)

یہی نہیں بلکہ رشید احمد گنگوہی صاحب کو بھی اعتراف تھا کہ امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ ایک زبردست عالم دین ہیں اور امام مجدد کا فتاوی سند کی حیثیت رکھتا ہے اسی فتاوی رشیدیہ میں امام مجدد کے کئی فتاوی جات نقل کئے ہیں جیسا کہ!

تالیفاتِ رشیدیہ کے صفحہ ۱۸۱ اور ۸۲ پر فتاویٰ رشیدیہ میں امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ بہ عنوان ''رنڈی کا ناچ ولہولعب'' نقل کیا ہے۔

تالیفاتِ رشیدیہ کے صفحہ ۱۲۶ اور ۱۲۷ پر فتاویٰ رشیدیہ میں امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ بہ عنوان ''فتویٰ مولوی احمد رضا خان صاحب در باب میلاد شریف'' نقل کیا ہے۔

تالیفاتِ رشیدیہ کے صفحہ ۱۵۱ پر فتاویٰ رشیدیہ میں تیجہ کے فاتحہ پر امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا فتویٰ نقل کیا ہے۔

اور ان فتاویٰ جات سے اتفاق کیا ہے اور بطور تائید پیش کئے ہیں۔ اگر امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو رشید احمد گنگوہی صاحب مستند عالم نہ سمجھتے تو کبھی بھی ان کے فتاویٰ جات کو اپنے فتاویٰ میں شامل نہ کرتے۔

دیوبندی مؤرخ شیخ محمد اکرام کا اعتراف

مخالفین کے معروف مؤرخ شیخ محمد اکرام نے موجِ کوثر میں لکھتے ہیں!

''بریلی میں ایک عالم ۱۲۷۲ھ میں پیدا ہوئے مولوی احمد رضا خان نام ۔۔۔ اور نہایت شدت سے قدیم حنفی طریقوں کی حمایت کی۔'' (موجِ کوثر ص ۷۰)

معروف دیوبندی مؤرخ اور سوانح نگار ابوالحسن علی ندوی صاحب کا اعتراف

ابوالحسن علی ندوی صاحب نے بھی اس حقیقت کا اعتراف اپنی کتاب نزھۃ الخواطر میں کچھ یوں کیا ہے!

''انکے زمانہ میں ان کا ثانی بہت ہی کم تھا جو کہ انکے جیسا فقہ حنفی اور ان کی جزئیات پر اتنی گہری نظر رکھتا ہو اس بات کی گواہی ان کے فتاویٰ اور ان کی کتاب ''کفل الفقیه الفاهم فی احکام قرطاس الدراهم'' سے ہوتی ہے جسے انہوں نے ۱۳۲۳ھ مکہ معظمہ میں رہ کر تالیف کیا تھا اس طرح سے وہ علوم ریاضیہ اور ھَیاۃ والنجوم والتقویت پر بھی گہری نظر اور اس میں ان کو بڑی مہارت تھی اس طرح علم رمل اور جعفر سے بھی کافی واقفیت تھی۔'' (نزھۃ الخواطر جلد ۸، ص ۹۹) ''اس میں شک نہیں کہ وہ (اعلیٰ حضرت امام مجددؒ) عالم تبحر وسیع مطالعہ، حالات ومسائل پر بہت ہی واقفیت تھی ان کا قلم بہت تیز چلتا تھا کہ بہہ رہا ہے اور

کچھ لکھنے میں بہت ہی حاضر دماغ تھے'' (نزھۃ الخواطر جلد ۸، ص ۹۹)۔ ''(امام مجدد اعلیٰ حضرت) سجود تحیہ کو (ادب بجالانے کے کئے سجدہ کرنے کو) حرام سمجھتے اور اس مسئلہ میں بھی انہوں نے ''الزبدة الزكيه لتحريم سجده التحية'' نامی رسالہ بہت ہی جامع ہے جس سے ان کے علم کی گہری صلاحیت اور قوت کا استدلال کا اندازہ ہوتا ہے اسی طرح سے جو لوگ قبروں اور مزاروں پر جا کر خوشیوں کا اظہار کرتے ہیں جسے ہندوستانی عموماً عرس کا نام دیتے ہیں مگر اس کے باوجود ان قبروں پر طبلہ وغیرہ آلات کے ساتھ غناء کرنے کو حرام کہتے ہیں نیز فرضی قبروں کو مثلاً: جن کو لوگ حضرت حسین کی طرف منسوب کرتے ہیں اور اسے کاغذ سے تیار کرتے ہیں اسے بھی وہ حرام کہتے ہیں۔'' (نزھۃ الخواطر جلد ۸، ص ۹۹)

دیوبندی حکیم الامت اشرف علی کے خلیفہ اور شبلی نعمانی کے شاگرد جناب سید سلیمان ندوی صاحب کا اعتراف

مولوی اشرف علی کے خلیفہ اور شبلی نعمانی کے شاگرد اور سیرۃ النبی ﷺ کی تصنیف کو پایہ تکمیل تک پہنچانے والے جناب سید سلیمان ندوی اپنے تاثرات میں لکھیوں کرتے ہیں!

''اس احقر نے جناب مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی مرحوم کی کتابیں دیکھیں تو میری آنکھیں خیرہ ہو کر رہ گئیں، حیران تھا کہ واقعی مولانا بریلوی صاحب کی ہیں جن کیمتعلق کل تک یہ سنا گیا تھا کہ وہ صرف اہل بدعت کے ترجمان ہیں اور صرف چند فروعی مسائل تک محدود ہیں۔ مگر آج پتہ چلا کہ نہیں ہرگز نہیں یہ اہل بدعت کے نقیب نہیں بلکہ یہ تو عالم اسلام کے اسکالر اور شاہ کار نظر آتے ہیں۔ جس قدر مولانا (احمد رضا خان) مرحوم کی تحریروں میں گہرائی پائی جاتی ہے۔ اس قدر گہرائی تو میرے استاد مکرم جناب شبلی نعمانی اور حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی اور محمود الحسن صاحب دیوبندی اور حضرت مولانا شیخ التفسیر

علامہ شبیر احمد عثمانی کی کتابوں کے اندر بھی نہیں جس قدر مولانا بریلوی کی تحریروں کے اندر ہے۔"

(ماہ نامہ ندوہ، اگست ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۷، بحوالہ طمانچہ صفحہ ۳۶، ۳۵۔ سفید و سیاہ صفحہ ۱۱۳۔
امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ ﷺ صفحہ ۱۲۸۔)

دیوبندی عالم محمد یوسف بنوری صاحب کے والد محترم جناب زکریا شاہ بنوری صاحب کا اعتراف

اعلیٰ حضرت امام مجدد قدس سرہ نے کس طرح اس بطان یعنی دین کیلئے ڈھال کا کردار ادا کیا اور پرفتن دور میں ہندوستان کے مسلمانوں کو کیسے بچایا یقیناً ایک مجدد ہی یہ کارنامہ انجام دے سکتا ہے۔ اگر امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ نہ ہوتے تو ہندوستان سے حنفیت ختم ہو جاتی اس حقیقت کا اعتراف دیوبندی عالم محمد یوسف بنوری صاحب کے والد محترم جناب زکریا شاہ بنوری صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں!

"اگر اللہ تعالیٰ احمد رضا کو پیدا نہ فرماتا تو ہندوستان میں حنفیت ختم ہو جاتی" (امام احمد رضا دانشوروں کی نظر میں، ص ۱۰۰)

دیوبندی امام العصر انور شاہ صاحب کشمیری صاحب کا اعتراف

رحیم یار خان کے مولوی قاضی اللہ بخش صاحب نے انور شاہ صاحب کشمیری صاحب کا اعتراف کچھ یوں نقل کیا ہے

"جب میں دار العلوم دیوبند میں پڑھتا تھا تو ایک موقع پر حاضر و ناظر کی نفی میں مولوی انور شاہ صاحب نے تقریر فرمائی۔ کسی نے کہا مولانا احمد رضا خان تو کہتے ہیں کہ حضور ﷺ حاضر و ناظر ہیں۔ مولوی محمد انور شاہ صاحب نے ان سے نہایت سنجیدگی کے ساتھ فرمایا کہ پہلے احمد رضا تو بنو پھر مسئلہ خود بخود حل ہو جائے گا۔" (امام احمد رضا دانشوروں کی نظر میں صفحہ ۱۴۱)

دیوبندی امام العصر انور شاہ صاحب کشمیری اپنا اعتراف ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں

"جب بندہ ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث کی شروح لکھ رہا تھا تو حسب ضرورت احادیث کی جزئیات دیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو میں نے شیعہ حضرات و اہل حدیث حضرات و دیوبندی حضرات کی کتابیں دیکھیں مگر ذہن مطمئن نہ ہوا۔ بالآخر ایک دوست کے مشورے سے مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی کی کتابیں دیکھیں تو میرا دل مطمئن ہوگیا کہ میں اب بخوبی احادیث کی شرح بلا جھجک لکھ سکتا ہوں، واقعی بریلوی حضرات کے سرکردہ عالم احمد رضا خان صاحب کی تحریریں شستہ اور مضبوط ہیں جسے دیکھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ یہ مولوی احمد رضا خان صاحب ایک زبردست عالم دین اور فقیہ ہیں۔"

(ماہ نامہ ہادی دیوبند صفحہ ۲، جمادی الاول ۱۳۳۰ھ صفحہ ۲۱۔ بحوالہ سفید و سیاہ صفحہ ۱۱۳، ۱۱۴۔
امام احمد رضا دانشوروں کی نظر میں صفحہ ۱۴۰، ۱۴۱)

انور شاہ صاحب کشمیری کا فرمان ان کے داماد احمد رضا بجنوری صاحب نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں

"مختار قادیانی نے اعتراض کیا کہ علماء بریلوی، علمائے دیوبند پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں اور علمائے دیوبند بریلوی پر۔ اس پر شاہ صاحب نے فرمایا:۔ میں بطور وکیل تمام جماعت دیوبند کی جانب سے گزارش کرتا ہوں کہ حضرات دیوبند ان کی تکفیر نہیں کرتے۔"

(ملفوظات کشمیری صفحہ ۶۹)

مولانا غریب اللہ صاحب بانی دار العلوم مجددیہ مانکی ضلع صوابی لکھتے ہیں کہ جب قادیانیوں نے انور شاہ صاحب کشمیری سے سوال کیا اور اس کا جواب کشمیری صاحب نے دیا ملاحظہ ہو!

"سوال:۔ اگر علماء بریلی نے نیک نیتی سے ٹھیک سمجھ کر علماء دیوبند پر یہ الزامات لگائے ہوں

تو ان کا کیا حکم ہے؟

جواب:۔ایسی صورت میں علمائے بریلی کو ثواب حاصل ہوگا'' (ضرب شمشیر صفحہ ۶۲)

تبلیغی جماعت کے بانی محمد الیاس صاحب کا اعتراف

''اگر کسی کو محبت رسول علیہ التحیۃ الثناء سیکھنی ہو تو بریلوی سے سیکھے۔''

(امام احمد رضا ارباب علم و دانشوروں کی نظر میں صفحہ ۱۱۴ حاشیہ)

مولوی سعید احمد اکبر آلہ آبادی کا اعتراف

''وہ (مولانا بریلوی) ایک زبردست صلاحیت کے مالک تھے۔ان کی عبقریت کا لوہا پورے ملک نے مانا ہے۔'' (خیابانِ رضا صفحہ ۳۸۲)

دیوبندی شیخ الادب مولوی اعزاز علی صاحب کا اعتراف

دیوبندی شیخ الادب مولوی اعزاز علی صاحب نے اعلیٰ حضرت امام مجدد کو کچھ یوں خراج تحسین پیش کرتے ہیں!

''اس دور کے اندر اگر کوئی محقق اور عالمِ دین ہے تو وہ احمد رضا خان بریلوی ہیں کیونکہ میں مولانا احمد رضا خان کو بہت وسیع النظر اور بلند خیال، عالم دین، صاحب فکر و نظر پاتا ہوں۔''

(خیابانِ رضا صفحہ ۳۸۰)

دیوبندی شیخ الادب مولوی اعزاز علی نے یہ بھی لکھا ہے

''آپ فاضل بریلوی کے دلائل قرآن وسنت سے متصادم نہیں بلکہ ہم آہنگ ہیں۔لہٰذا میں آپ کو مشورہ دونگا اگر آپ کو کسی مشکل مسئلہ میں کسی قسم کا الجھن ہو تو آپ بریلی میں جا کر مولانا احمد رضا خان صاحب سے تحقیق کریں۔'' (رسالہ النور شوال المکرم ۱۳۴۲ھ بحوالہ سفید و سیاہ صفحہ ۱۱۴)

دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحب کا اعتراف

دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحب نے اعتراف کیا کہ

''وہ (اعلیٰ حضرت امام مجدد) بہت بڑے عالم دین اور محقق بلند پایہ تھے'' (خیابانِ رضا صفحہ ۳۸۰)

دیوبندی شیخ الاسلام شبیر احمد عثمانی صاحب نے یہ اعتراف بھی کیا کہ

''مولانا احمد رضا کو تکفیر کے جرم میں برا کہنا بہت ہی برا ہے کیونکہ وہ بڑے عالم دین اور بلند پایہ محقق تھے۔مولانا احمد رضا خان کی رحلت عالم اسلام کا ایک بہت ہی بڑا سانحہ ہے جسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔''

(ہادی دیوبند صفحہ ۲۱ بابت ذوالحجہ ۱۳۶۹ھ بحوالہ طمانچہ۔امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ ﷺ صفحہ ۱۰)

دیوبندی حکیم الامت اشرفعلی صاحب تھانوی کا اعتراف

مفتی محمد حسن امرتسری خلیفہ مولوی اشرفعلی تھانوی صاحب کا اعتراف پروفیسر انوار الحسن شیرکوٹی صاحب یوں بیان کرتے ہیں کہ تھانوی صاحب نے فرمایا!

''اگر مجھے مولوی احمد رضا خان صاحب کے پیچھے نماز پڑھنے کا موقع ملتا تو میں پڑھ لیتا''۔

(بروایت بہاء الحق قاسمی، حیات امداد صفحہ ۳۸۔)

رائے ونڈ کی تبلیغی تحریک کا تعارفی مطالعہ لکھتے ہوئے دیوبندی مکتب فکر کے ہاتف سعید صاحب اپنی کتاب ''سیر سعادت'' میں لکھتے ہیں

''روایت ہے کہ مولانا اشرفعلی صاحب تھانوی کو مولانا احمد رضا خان بریلوی کی امامت میں بھی نماز پڑھ لینے میں کوئی عذر نہ تھا۔اور مولانا شبیر احمد عثمانی سنی مسلک سے دیوبندی تعلیم کو علیحدہ ہی تسلیم نہ کرتے تھے۔'' (سیر سعادت ص ۱۷۴)

اس حقیقت کا اعتراف اشرفعلی صاحب تھانوی خود اپنے ملفوظات میں کرتے ہیں

''ایک سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ دیوبند کا بڑا جلسہ ہوا تھا تو اس میں ایک رئیس صاحب نے کوشش کی تھی کہ دیوبندیوں اور بریلیوں میں صلح ہو جائے۔ میں نے کہا ہماری طرف سے تو کوئی جنگ نہیں وہ نماز پڑھاتے ہیں ہم پڑھ لیتے ہیں ہم پڑھاتے ہیں وہ نہیں پڑھتے۔''

(ملفوظاتِ حکیم لامت جلد ۷ صفحہ ۶۶)

تھانوی صاحب ایک اور تصنیف میں لکھتے ہیں

''ایک شخص نے پوچھا کہ ہم بریلی والوں کے پیچھے نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی یا نہیں۔ فرمایا ہاں ہم ان کو کافر نہیں کہتے۔ اگر چہ وہ ہمیں کہتے ہیں۔''

(قصص الاکابر لقصص الاصاغر، صفحہ ۲۴۴)

تھانوی صاحب کا اعتراف کہ میں نے اعلیٰ حضرت کے جواب میں ایک سطر بھی نہیں لکھی

''خان صاحب نے ساری عمر اسی میں صرف کی کہ مجھ کو برا بھلا کہا مگر الحمد للہ میں نے ایک سطر بھی جواب میں نہیں لکھی۔'' (ملفوظاتِ حکیم لامت جلد ۸ صفحہ ۳۷)

اشرف السوانح کی اس پہلی جلد پر تھانوی صاحب کی تصدیق بنام ''کشف حقیقت اشرف السوانح'' بھی موجود ہے۔

اس حقیقت کا اظہار صاحب ''سیرت اشرف'' نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

''احمد رضا خان بریلوی کے جواب میں کبھی ایک سطر بھی نہیں لکھی۔'' (سیرت اشرف جلد ا صفحہ ۳۴۴)

تھانوی صاحب کا معمول تھا کہ کوئی امام اعلیٰ حضرت کے خلاف برا بھلا کہتا تو بڑے شد و مد کے ساتھ رد کرتے اور امام مجدد اعلیٰ حضرت کی حمایت کرتے اس کا اعتراف صاحب اشرف السوانح یوں کرتے ہیں!

''(تھانوی صاحب) ان (امام احمد رضا) کے بھی برا بھلا کہنے والوں کے جواب میں دیر تک حمایت فرمایا کرتے ہیں اور شد و مد کے ساتھ رد فرمایا کرتے ہیں کہ ممکن ہے ان کی

مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو۔'' (اشرف السوانح جلد اول صفحہ ۱۳۲۔)

صاحب ''سیرت اشرف'' نے بھی اس حقیقت کو بیان کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں

''ممکن ہے ان (امام احمد رضا) کی مخالفت کا سبب واقعی حب رسول ہی ہو۔''

(اشرف السوانح جلد ۲ صفحہ ۱۶۶)

صاحبِ تفسیر معارف القرآن مفتی محمد شفیع صاحب نے بھی اس حقیقت کو کھل کر بیان کر کے یوں لکھا ہے!

''(مولانا احمد رضا بریلوی) اکابر دیوبند کی تکفیر کرتے تھے اور ان کی خلاف بہت سے رسائل میں نہایت سخت الفاظ استعمال کرتے تھے ان کا ذکر آ گیا تو فرمایا میں (اشرفعلی تھانوی) سچ عرض کرتا ہوں کہ مجھے ان کے متعلق معذب ہونے کا گمان نہیں کیونکہ ان کی نیت سب چیزوں سے ممکن ہے کہ تعظیم رسول ہی کی ہو۔'' (مجالس حکیم الامت صفحہ ۱۲۵۔ اکابر کا مسلک و مشرب صفحہ ۳۱)

تھانوی صاحب نے یہ اقرار ان الفاظ میں بھی کیا ہے!

مولانا کوثر نیازی صاحب نے تھانوی صاحب کا یہ قول بھی بروایت مفتی محمد شفیع صاحب نقل کیا ہے!

''کم و بیش اسی انداز کا ایک واقعہ مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا محمد شفیع دیوبندی سے میں نے سنا۔ فرمایا! جب حضرت مولانا احمد رضا خان صاحب کی وفات ہوئی تو حضرت مولانا اشرفعلی تھانوی صاحب کو کسی نے آ کر اطلاع کی۔ مولانا تھانوی نے بے اختیار دعا کیلئے ہاتھ اٹھائے۔ جب وہ دعا کر چکے تو حاضرین مجلس میں سے کسی نے پوچھا: وہ عمر بھر آپ کو کافر کہتے رہے اور آپ ان کیلئے دعائے مغفرت کر رہے ہیں! فرمایا کہ مولانا احمد رضا خان صاحب نے ہم پر کفر کا فتوے اس لئے لگائے کہ انہیں یقین تھا کہ ہم نے توہین رسول کی

ہے۔ اگر وہ یہ یقین رکھتے ہوئے بھی ہم پر کفر کا فتویٰ نہ لگاتے تو خود کافر ہو جاتے۔''

(مشاہدات وتاثرات: روزنامہ جنگ راولپنڈی ۱۰ نومبر ۱۹۸۱ء)

تھانوی صاحب یہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ!

''میرے دل میں احمد رضا کا بے حد احترام ہے وہ ہمیں کافر کہتا ہے لیکن عشق رسول کی بناء پر کہتا ہے کسی اور غرض سے تو نہیں کہتا۔''

(ہفتہ روزہ چٹان ۲۳ اپریل ۱۹۶۲ بحوالہ: امام احمد رضا ارباب علم و دانشوروں کی نظر میں ۱۴۲۔ امام احمد رضا اور عشق مصطفیٰ ﷺ صفحہ ۹، ۱۰۔ سفید وسیاہ صفحہ ۱۱۴۔ انوار رضا صفحہ ۶۸۳)

دیوبندی مناظر مرتضیٰ حسن چاند پوری کا اعتراف

اکابر دیوبند کے مناظر مرتضیٰ حسن چاند پوری لکھتے ہیں

''اگر (امام احمد رضا) خان صاحب کے نزدیک بعض علماء دیوبند واقعی ایسے ہی تھے جیسا کہ انہوں نے سمجھا تو خان صاحب پر ان علمائے دیوبند کی تکفیر فرض تھی اگر وہ ان کو کافر نہ کہتے تو خود کافر ہو جاتے۔'' (اشد العذاب صفحہ ۱۳)

دیوبندی مفتی اعظم رفیع عثمانی صاحب کا اعتراف

رفیع عثمانی صاحب صاحب لکھتے ہیں!

''ہمارے بزرگ فرقہ بندیوں اور گمراہ بندیوں سے اتنے دور تھے کہ کبھی انہوں نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ مسلک دیوبند کو ایک فرقہ سمجھا جائے اور مسلک بریلوی کو دوسرا فرقہ ہمارے بزرگوں نے کبھی دیوبندی، بریلوی کا لفظ بھی استعمال کرنا پسند نہیں فرمایا۔ اگر آج بھی کوئی اس انداز سے بات کرتا ہے تو طبیعت پر ناگوار گزرتا ہے۔'' (مسلک دیوبند کسی فرقے کا نہیں اتباع سنت کا نام ہے، صفحہ ۱۸، ۱۹)

''جب ہم دار العلوم میں مدرس بن گئے تو والد صاحب نے ہمیں اپنے نام کے ساتھ دیوبندی لکھنے سے منع فرمادیا اور فرمایا کہ: ''اس سے فرقہ واریت اور گروہ بندی کی بو آتی ہے۔''

(مسلک دیوبند کسی فرقے کا نہیں اتباع سنت کا نام ہے، صفحہ ۱۸، ۱۹)

معروف دیوبندی جسٹس تقی عثمانی صاحب کا اعتراف

مولوی تقی عثمانی صاحب لکھتے ہیں

''فتویٰ کی رو سے وہ (بریلوی) کافر نہیں۔'' (علمائے دیوبند کیا تھے صفحہ ۲۳، ۱۱۹)

دیوبندی حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کا اعتراف

بانی دار العلوم قاسم نانوتوی صاحب کے پوتے اور دیوبندی حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحب کا بیان بھی ملاحظہ ہو

''دیوبندی بریلوی کوئی فرقہ نہیں'' (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷ صفحہ ۴۷۳)

اسی دیوبندی حکیم الاسلام کے خطبات میں بطور عنوان لکھا گیا ہے

''بریلوی عالم کی توہین بھی درست نہیں۔'' (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷ صفحہ ۴۴۷)

''ایک دن حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی مجلس میں غالباً خواجہ عزیز الحسن مجذوب صاحب نے کسی اور نے یہ لفظ کہا کہ ''احمد رضایوں کہتا ہے'' بس حضرت بگڑ گئے فرمایا ''عالم تو ہیں ہمیں توہین کرنے کا کیا حق ہے۔ کیوں نہیں تم نے مولانا کا لفظ کہا۔ غرض بہت ڈانٹا ڈپٹا۔''

(خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷ صفحہ ۴۴۷۔ اکابر کا مسلک ومشرب صفحہ ۳۵)

اسی دیوبندی حکیم الاسلام کے خطبات میں ''اپنے کام سے کام'' کے عنوان میں لکھا ہے

''ہم تو یہ کہتے ہیں کہ نہ ہم مولانا احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو کوئی برا بھلا کہنا جائز سمجھتے ہیں نہ کبھی کہا۔'' (خطبات حکیم الاسلام، جلد ۷ صفحہ ۴۴۸)

اسی دیوبندی حکیم الاسلام کے خطبات میں ''افراط وتفریط فرقہ واریت کی بنیاد ہے'' کے عنوان میں لکھا ہے

''مولانا احمد رضا خان اور بریلویت کے بارے میں جہاں تک اسلام کا تعلق ہے تو آج تک کہیں ان کی تکفیر نہیں کی گئی بہر حال وہ مسلمان ہیں۔'' (خطباتِ حکیم الاسلام، جلد ۷ صفحہ ۴۶۷)

مشہور دیوبندی عالم سید عبدالشکور صاحب ترمذی کا اعتراف

اکابر دیوبند کے ترجمان سید عبدالشکور صاحب ترمذی لکھتے ہیں

''زیادہ تر گفتگو اس میں رہی کہ بریلویوں کی بحیثیت جماعت ہمارے اکابر تکفیر نہیں کرتے۔''

(ہدایۃ الحیران فی جواہر القرآن صفحہ ۵۳)

معروف دیوبندی عالم محمد ادریس کاندھلوی صاحب کا اعتراف

تفسیر معارف القرآن اور سیرۃ مصطفیٰ ﷺ کے مصنف محمد ادریس کاندھلوی صاحب کے اعتراف کو مولانا کوثر نیازی صاحب نے یوں نقل کیا ہے!

''میں نے صحیح بخاری کا درس مشہور دیوبندی عالم شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی مرحوم و مغفور سے لیا ہے۔ کبھی کبھی اعلیٰ حضرت کا ذکر آجاتا تو مولانا کاندھلوی فرمایا کرتے ''مولوی صاحب (یہ مولوی صاحب ان کا تکیہ کلام تھا) مولانا احمد رضا خان کی بخشش تو ان فتوؤں کے سبب ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ''احمد رضا! تمہیں ہمارے رسول سے اتنی محبت تھی کہ اتنے بڑے بڑے عالموں کو بھی تم نے معاف نہیں کیا! تم نے سمجھا کہ انہوں نے توہین کی تو ان پر بھی کفر کا فتویٰ لگا دیا۔ جاؤ اسی ایک عمل پر ہم نے تمہاری بخشش کر دی۔''

(امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت ص ۴، ۵۔ مشاہدات و تاثرات: روز نامہ جنگ

راولپنڈی ۱۰ نومبر ۱۹۸۱ء)

کفایت اللہ دہلوی، انور شاہ کشمیری، محمد اصغر حسین دیوبندی، شبیر احمد عثمانی، محمد حبیب الرحمن دیوبندی، مولوی احمد سعید دہلوی، اعزاز علی دیوبندی، سید محمد عابد دیوبندی صاحبان کا اعتراف

کتاب رحمۃ اللعالمین کے مصنف سید محمد عابد صاحب نے امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کلام حدائق بخشش سے بھی استفادہ کیا ہے چنانچہ لکھتے ہیں!

''اور جس گلی کوچہ سے آپ گزر فرماتے وہاں خوشبو بس جاتی

ان کی مہک نے دل کے غنچے کھلا دیئے ہیں　　جس راہ چل گئے ہیں کوچے بسا دیئے ہیں''

(رحمۃ للعالمین ص ۸۸)

اسی کتاب ''رحمۃ للعالمین کے ۱۷۹ اور ۱۸۰ اعلیٰ حضرت کی پوری نعت شریف ''سب سے اولیٰ و اعلیٰ ہمارا نبی'' لکھی گئی ہے۔ مگر نعت شریف کے آخری شعر میں امام مجدد اعلیٰ حضرت کے نام کو اس طرح حذف کیا ہے!

''غمزدوں کو　مژدہ دیجئے کہ ہے　　بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی''

(رحمۃ للعالمین ص ۸۰)

حالانکہ امام مجدد اعلیٰ حضرت کا یہ شعر کچھ یوں ہے

''غمزدوں کو رضا مژدہ دیجئے کہ ہے　　بیکسوں کا سہارا ہمارا نبی''

(حدائق بخشش صفحہ ۷۰)

یہ کتاب محمد سعید اینڈ سنز ناشران و تاجران کتب قران محل مقابل مولوی مسافر خانہ کراچی سے شائع کی گئی ہے۔ اس کتاب پر اکابر دیوبند کی تقاریظ و تصدیقات موجود ہیں جن میں یہ اکابر

سرفہرست ہیں مفتی کفایت اللہ دہلوی، انور شاہ صاحب کشمیری صاحب، محمد اصغر حسین دیوبندی صاحب، مولوی شبیر احمد عثمانی صاحب، محمد حبیب الرحمن دیوبندی صاحب، مولوی احمد سعید دہلوی صاحب، مولوی اعزاز علی دیوبندی صاحب۔ یہ سب دیوبندی حضرات امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی شاعری سے متاثر تھے۔ کیونکہ کسی کتاب پر تقریظ اس کتاب کی تصدیق ہوتی ہے جیسا کہ دیوبندی حکیم الامت بیان کرتے ہیں!

"مجمل مطالعہ تقریظ کے لئے کافی نہیں کیونکہ تقریظ شہادت ہے اس لئے اس میں واقعہ کی پوری کیفیت معلوم ہونا شرط ہے" (ملفوظات حکیم الامت جلد ۶ صفحہ ۷۰)

شعر میں تحریف کے ذمہ دار کون ہیں کاتب یا مصنف؟ یا یہ دیوبندی اکابر؟ مگر یہ بات تو طے ہوگئی کہ امام مجدد اعلیٰ حضرت کی شاعری ان سب کے ہاں مقبول اور قابل مطالعہ ہے۔

دیوبندی مؤرخ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے خلیفہ معروف دیوبندی عالم مفتی محمد سعید خان صاحب کا اعتراف

امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے علمی تحقیقات کو وہی بیان کرسکتا ہے جس نے آپ کے علمی تصانیف اور فتاویٰ کو باریک بینی سے مطالعہ کیا ہو۔ اسی حقیقت کا اظہار معروف دیوبندی عالم مفتی محمد سعید خان صاحب (جو دیوبندی مؤرخ مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کے مجاز خلیفہ ہیں) ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"فتاویٰ رضویہ میں جناب احمد رضا خان صاحب جو ہمیں فزکس، کیمسٹری، جیالوجی، اور متعدد موجودہ دنیوی علوم پر بحث کرتے ہوئے ملتے ہیں تو ان کی معلومات کا اصل منبع یہی نصاب اور اس سے متعلقہ کتابیں ہی تو ہیں، جو انہوں نے نہایت عرق ریزی سے پڑھی تھیں۔ ان کا اور ہمارا مسلکی اختلاف اپنے مقام پر لیکن کیا قرآن ہمیں یہ تعلیم نہیں دیتا کہ اگر کوئی

خوبی دشمن میں بھی ہو تو اس کا اعتراف کرنا چاہئے۔ ولا یجرمنکم شنان قوم علیٰ الا تعدلو ا اعدلو هو اقرب للتقوی (پ ۶ سورہ المائدہ آیت ۸) اور کسی گروہ کی دشمنی تمہیں اس بات آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف سے کام لو، اور یہی طرز عمل تقویٰ سے قریب ہے۔ جناب احمد رضا خان صاحب کی اس خوبی کا اعتراف یا انکار کرنے کا حق صرف اسی شخص کو پہنچتا ہے، جس نے ان کے فتاویٰ رضویہ کی تیس (۳۰) جلدوں کا نہایت باریک بینی سے مطالعہ کیا ہو۔" (قیام دار العلوم دیوبند ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۲۹، ۳۰)

اعلیٰ حضرت امام مجدد کی علمی وسعت دیکھ کر علماء دیوبند بھی انگشت بدنداں ہیں اس حیرت کا اظہار مشہور دیوبندی مورخ ابوالحسن علی ندوی صاحب کے خلیفہ مفتی سعید خان دیوبندی ان الفاظ میں کرتے ہیں۔

"لیکن جناب احمد رضا خان صاحب کی کتابوں اور خاص طور پر ان کے فتاویٰ کو پڑھ کر دماغ میں ہمیشہ یہ سوال اٹھا کیا کہ جس کثرت سے جناب احمد رضا خان صاحب کتابوں پر کتابوں کے حوالے دیے چلے جاتے ہیں آخر ان کے پاس یہ کتابیں تھیں کہاں؟ اگر ان کا ذاتی کتب خانہ واقعی اتنی کتابوں اور مخطوطات سے بھرپور ہوتا تو جگ میں دھوم مچ جاتی۔ یا پھر ان کے آبائی شہر بریلی میں اتنا بڑا کتب خانہ تھا؟ یا بریلی کے محلے کتب خانے میں اتنی کتابیں تھیں کہ ان کے زیر مطالعہ رہتی تھیں؟ ان کا انتقال صرف ۹۰ برس پہلے ۱۹۲۱ء ہی میں تو ہوا۔ وہ کوئی زیادہ قدیم دور کی گزری ہوئی شخصیت بھی نہیں ہیں کہ تحقیق مشکل سے ہو سکے پھر ان کے کتب خانے کا کوئی سراغ کیوں نہیں ملتا؟ ممکن ہے کہ اس سوال کا کوئی جواب ہو اور ہمارے مطالعے میں نہ آیا ہو۔ امید ہے کہ بریلوی مکتبہ فکر کے علماء کرام اس سوال کا کوئی تسلی بخش اور مستند جواب تحریر فرماسکیں گے۔" (قیام دار العلوم دیوبند ایک غلط فہمی کا ازالہ ص ۳۰)

اشاعت التوحید والسنۃ کے معروف سوانح نگار انجنیئر میاں محمد الیاس صاحب کا اعتراف

اشاعت التوحید والسنۃ کے معروف سوانح نگار انجنیئر میاں محمد الیاس صاحب صوفیاء کرام کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں

''جیسا کہ معلوم ہے کہ ہندوستان میں اسلام کی دعوت واشاعت میں صوفیاء کا کردار بہت زیادہ ہے عرب وترکستان سے جو صوفیاء ہندوستان آئے اور یہاں آکر دین اسلام کی تبلیغ کی۔''

(مولانا محمد طاہر اور انکی قرآنی تحریک صفحہ ۴۹)

اعلیٰ حضرت امام مجدد قدس سرہ ان ہی صوفیاء کرام کے مبلغ تھے جیسا کہ انجنیئر میاں محمد الیاس صاحب نے لکھا ہے!

''حقیقت یہ ہے کہ مولانا احمد رضا جس فکر کے محرک وموید اور مبلغ تھے۔ وہ صوفیاء کی باطنی تحریک کی صورت میں صدیوں سے مسلم معاشرہ میں موجود تھی۔''

(حیاتِ شیخ القرآن غلام اللہ خان صفحہ ۱۴)

دیوبندی ابوالکلام آزاد کا اعتراف

''مولانا احمد رضا ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے توہین نبوت ہو۔'' (اما احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں صفحہ ۹۶۔ تحقیقات صفحہ ۱۲۴ از مفتی شریف الحق امجدی)

دیوبندی پروفیسر سلیم چشتی صاحب کا اعتراف

''مولانا احمد رضا خان بریلوی نے سرکار ابد قرار زبدۂ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی بارگاہ میں جو منظوم پیش کیا ہے اسے یقیناً شرف قبولیت حاصل ہوگیا کیونکہ

ہندو پاک میں شائد ہی کوئی عاشق ایسا ہو جس نے اس کے دو چار شعر حفظ نہ کر لئے ہوں۔''

ندائے حق ص ۳۱، بحوالہ اما احمد رضا ارباب علم و دانش کی نظر میں صفحہ ۱۰۲۔ انوارِ رضا صفحہ ۶۸۸)

مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی سہارنپوری کی عقیدت اور بانی ندوۃ العلماء مولانا محمد علی مونگیری کا اعتراف

''۱۳۰۳ھ میں مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت کے تاسیسی جلسہ میں علماء سہارنپور، لاہور، جون پور، بدایوں کی موجودگی میں محدث سورتی کی خواہش پر اعلیٰ حضرت نے علم الحدیث پر متواتر تین گھنٹوں تک پر مغز و مدلل کلام فرمایا۔ جلسہ میں موجود علماء کرام نے ان کی تقریر کو استعجاب کے ساتھ سنا اور کافی تحسین کی۔ مولانا خلیل الرحمٰن بن مولانا احمد علی سہارنپوری نے تقریر ختم ہونے پر بیساختہ اٹھ کر اعلیٰ حضرت کی دست بوسی کی۔ اور فرمایا اگر اس وقت والد ماجد ہوتے تو وہ آپ کے تبحر علمی کی دل کھول کر داد دیتے۔ اور انہیں کو اس کا حق بھی تھا۔ محدث سورتی اور مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء) نے بھی اس کی تائید فرمائی۔''

(اما احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں صفحہ ۱۲۵)

معین الدین ندوی صاحب کا اعتراف

''مولانا احمد رضا خان صاحب بریلوی صاحب مرحوم اس دور کے صاحب علم ونظر علماء و مصنفین میں تھے۔ فقہ وحدیث پر ان کی نظر وسیع وگہری تھی مولانا نے جس وقتِ نظر اور تحقیق کے ساتھ علماء کے استفسارات کے جوابات تحریر فرمائے ہیں اس سے ان کی جامعیت علمی بصیرت قرآنی استحضار ذہانت اور طباعی کا پورا پورا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے عالمانہ محققانہ فتاوے مخالف وموافق ہر طبقہ کے مطالعہ کے لائق ہیں۔

(ماہنامہ معارف اعظم گڑھ ستمبر ۱۹۴۹ بحوالہ اما احمد رضا ارباب علم ودانش کی نظر میں
صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹۔ انوارِ رضا صفحہ ۶۸۶)

مشہور دیوبندی ضیاء الرحمن فاروقی صاحب کا اعتراف

ضیاء الرحمن فاروقی صاحب نے تاریخی دستاویز میں امام مجدد اعلیٰ حضرت کو ''اعلیٰ حضرت'' اور ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھا ہے۔ اور علماء بریلوی کو اہلسنت و جماعت بھی لکھا ہے۔ تاریخی دستاویز میں باب بنام ''اہلسنت والجماعت علماء بریلوی کے تاریخ ساز فتاوائی'' قائم کر کے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی قدس سرہ کو علمائے بریلوی میں شامل کر کے انہیں غوثِ وقت لکھا ہے اور اس کے بعد امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا نام جس احترام سے لکھا ہے آیئے ملاحظہ کرتے ہیں!

''اہلسنت والجماعت علماء بریلوی کے تاریخ ساز فتاوائی۔ جو شخص شیعہ کے کفر میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ غوثِ وقت حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔ حضرت خواجہ قمر الدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ۔'' (تاریخی دستاویز صفحہ ۱۱۳)

''اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اہم فتویٰ'' (تاریخی دستاویز صفحہ ۱۱۴)

اسی صفحہ پر امام مجدد کے بارے میں عنوان قائم کر کے لکھا ہے ''اعلیٰ حضرت کی تصانیف رد شیعت میں''

''اعلیٰ حضرت نے ردشیعت میں ''ردالرفضہ'' کے علاوہ متعدد رسائل لکھے ہیں۔ جن میں سے چند ایک یہ ہیں۔'' (تاریخی دستاویز صفحہ ۱۱۴)

معلوم ہوا کہ امام مجدد اعلیٰ حضرت قدس سرہ اکابرِ دیوبند کے نزدیک بھی ''اعلیٰ حضرت'' تھے۔ اوران کیلئے دعا گے تھے جیسا کہ اعلیٰ حضرت کے ساتھ ''رحمۃ اللہ علیہ'' لکھنا اس پر دلیل ہے۔

قاری اظہر ندیم دیوبندی کا اعتراف

قاری اظہر ندیم دیوبندی صاحب نے اپنی تصنیف ''کیا شیعہ مسلمان ہیں؟'' میں امام مجدد اعلیٰ حضرت کو ''امام اہلسنت'' اور ''اعلیٰ حضرت'' کچھ انداز سے تسلیم کیا ہے

''امام اہلسنت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خان بریلوی کا فتویٰ''

(کیا شیعہ مسلمان ہیں؟ صفحہ ۲۸۸۔ بحوالہ یادگارِ رضا ممبئی ۲۰۱۴ء صفحہ ۱۳۳۔ مضمون: ''اعلیٰ حضرت کی ردشیعت میں خدمات کا اعتراف علماء دیوبند کے قلم سے'' میثم عباس قادری رضوی صاحب)

دیوبندی شیخ محمد زکریا صاحب کے خلیفہ مجاز پیر عزیز الرحمن صاحب کا اعتراف

اکابر کا مسلک و مشرب میں پیر ہزاروی صاحب نے حبیب اللہ مظاہری صاحب کا پیش لفظ شامل کیا جس میں لکھا گیا ہے۔

''دیوبندی بریلوی جو فی الحقیقت برصغیر میں اصل قوت اسلام ہیں'' (اکابر کا مسلک و مشرب صفحہ ۵)

اکابر کا مسلک و مشرب میں پیر ہزاروی صاحب نے اپنے پیر بھائی عبدالحفیظ المکی صاحب کا مقدمہ شامل کیا جس کے آخر میں عبدالحفیظ مکی صاحب کچھ یوں گویا ہوتے ہیں

''اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ان غلط عقائد ونظریات سے بچائے۔ اور اکابر رحمہم اللہ کے مسلک و مشرب پر قائم فرمائے اور اہل السنۃ والجماعۃ کے دونوں عظیم فریق دیوبندی، بریلوی میں اتحاد و یگانت پیدا کر کے آپس میں اپنی اور اپنے رسول ﷺ اور اپنے مبارک دین کی نسبت سے الفتیں اور محبتیں پیدا کر کے دینِ حنیف کی سربلندی اور اسلام اور مسلمانوں کی

عزت ورفعت وعظمتِ رفتہ کولوٹانے کی توفیق عطافرمائے۔''

(اکابر کا مسلک ومشرب صفحہ ۳۷)

اصاغرِ دیوبند اپنے اکابر کے ان اقوال پر غور کریں۔ کیونکہ یہ اکابرِ نہ تو امام مجدد اعلیٰ حضرت کو کافر، مشرک سمجھتے تھے اور نہ کسی نئے فرقے کا بانی اور نہ بریلوی مکتبہ فکر کو نیا فرقہ سمجھتے تھے۔ بلکہ امام مجدد اعلیٰ حضرت کو امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت، عالم دین فقیہ اور اسلام کے عظیم اسکالر سمجھتے تھے۔ اور آپ کو دعائیہ کلمات سے یاد فرماتے تھے نہ کہ برے الفاظ سے۔

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخواہ مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلحضرت الشاہ احمد رضا خان قاری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلّہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: علامہ قاری نور زمان
مہتمم مدرسہ نور القرآن چارسدہ روڈ مردان
موبائل: 0314-9380570, 0336-9770671

مولانا احمد رضا خان غلط فہمیوں کے درمیان

اس سائنسی دور میں بھی بغیر علم وتحقیق کے کسی کے متعلق کوئی نظریہ قائم کرنا اور غلط فہمی پیدا کر لینا دانش مندوں کا کام نہیں

صادق رضا مصباحی، ممبئی (Email: sadiqraza92@gmail.com)

الزام لگانا بہت آسان ہے مگر اسے ثابت کرنا بہت مشکل۔ پڑھے لکھے اور سنجیدہ لوگوں کا یہ شیوہ نہیں کہ کسی پر تہمت لگائیں اور دلوں کو مجروح کریں۔ آج تو علم کا دور ہے۔ ریسرچ کا وقت ہے اور حقائق سے دوبستی کرنے کا زمانہ ہے۔ اگر کسی کے بارے میں کوئی غلط فہمی ہے تو اسے زائل کرنا کوئی بہت مشکل کام نہیں بشرطیکہ غیر جانب دار برتی جائے اور معروضی انداز سے جائزہ لیا جائے۔ برصغیر کے عظیم عبقری اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا قادری اس عظیم ہمالیائی شخصیت کا نام ہے جو اتفاق سے آج تک غلط فہمیوں کے ہالے کے درمیان ہے۔ مولانا احمد رضا نے اپنی پوری عمر بلکہ اپنی پوری زندگی کا لمحہ لمحہ شریعت اسلامیہ کے فروغ میں گزارا اور بدعات وخرافات کے خلاف ایک زبردست مہم چلائی۔ ان بدعات وخرافات کے خلاف نہ صرف یہ کہ خود کمر بستہ ہوئے بلکہ اپنے خلفا اور شاگردوں کو بھی اس کیلئے تیار کیا۔ ان خلفا اور شاگردوں نے مولانا احمد رضا کا پیغام دنیا کے گوشے گوشے تک پہنچایا۔ انہوں نے کتابیں لکھیں، تقریریں کیں، تنظیمیں بنائیں، ادارے قائم کیے اور دنیا والوں تک اسلام کی صحیح تصویر پیش کی۔ یہ محض عقیدت کی بنیاد پر نہیں لکھا جا رہا ہے بلکہ ان کی کتابیں اور تحریریں ہمارے اس دعوے کو یقین وصداقت کی روشنی سے معمور کر دیتی ہیں۔ جس سے ان کا بڑے سے بڑا مخالف بھی انکار نہیں کر سکتا مگر اس پڑھے لکھے اور ترقی یافتہ دور میں اسے ہم اپنی کم نصیبی کہیں یا کچھ اور کہ ہم اب تک مولانا احمد رضا کے متعلق غلط فہمی کے شکار ہیں اور بڑی آسانی کے ساتھ ان کی شخصیت سے وہ ساری چیزیں منسوب کر دیتے ہیں جس کے

خلاف وہ زندگی بھر سرپیار رہے۔ آج برصغیر میں بدعات وخرافات کی جو گرم بازاری ہے ان کا مولانا احمد رضا سے منسب کیا جانا ان کے ساتھ بہت بڑی زیادتی ہے۔ ہم ذیل میں ان بدعات وخرافات کی ایک اجمالی فہرست پیش کر رہے ہیں۔ جس کے خلاف مولانا احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ زندگی بھر اپنی زبان وقلم سے جہاد کرتے رہے۔

تعزیہ داری:

اسلامی سال کے پہلے مہینے محرم شریف کا آغاز ہوتے ہی مسلمانوں کے معاشرے میں کچھ ایسے کام شروع ہو جاتے ہیں جو قطعی ناجائز وحرام ہیں۔ مسلمان تعزیہ نکالتے ہیں اور اس میں زبردست مقابلہ آرائی ہوتی ہے۔ ڈھول باجے تاشے کے ساتھ ان تعزیوں کو شہر کی گلیوں سڑکوں سے گزارا جاتا ہے۔ نوحہ خوانی کی جاتی ہے، تعزیوں کے نئے نئے ڈیزائن بنائے جاتے ہیں، سیدنا امام حسینؓ کے مزار کا تصور کر کے نقد پیسہ، پھول، عطر، اگربتی اور زیورات وغیرہ پیش کیے جاتے ہیں اور مسلمان منت مانتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔ مولانا احمد رضا اس مروجہ قبیح بدعت کے خلاف یوں رقم طراز ہیں:

"اب کہ تعزیہ داری اس طریقۂ نامرضیہ کا نام ہے، قطعاً بدعت و ناجائز ہے۔" (اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند والشہادۃ: ص ۴)

تعزیہ داری کے متعلق ایک سوال کے جواب میں لکھتے ہیں:

"۔۔۔تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض وروگردانی کریں، اس کی جانب دیکھنا ہی نہیں چاہیے۔ اس کی ابتداء سنا جاتا ہے کہ امیر تیمور بادشاہ دہلی کے وقت سے ہوئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم" (عرفان شریعت: حصہ اول)

مولانا احمد رضا بریلوی قدس سرہ العزیز نے اس مروجہ تعزیہ داری اور اس سے منسلک دیگر قبیح رسومات کے خلاف مستقل ایک کتاب تحریر فرمائی اور لوگوں کو صحیح راہ دکھائی۔ کتاب کا نام

ہے: (اعالی الافادۃ فی تعزیۃ الہند والشہادۃ)

قوالی اور سماع:

اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بزرگان دین کے اعراس کے مواقع پر بزرگوں کے مزارات پر قوالیاں ہوتی ہیں۔ قوالی پڑھنے والے عموماً ایسے لوگ ہوتے ہیں جو غیر شرعی امور کا ارتکاب کرنے میں کوئی باک نہیں محسوس کرتے۔ ان کا مطمح نظر صرف اور صرف واہ واہی لوٹنا اور پیسہ کمانا ہوتا ہے۔ اور بسا اوقات یہ قوال حضرات ایسا کلام پیش کرتے ہیں جو گمراہیت اور کفر کی حدوں تک بھی پہنچ جاتا ہے۔ اس کیلئے دلیل یہ دی جاتی ہے بزرگوں نے بھی قوالی سنی ہے حالانکہ بزرگوں پر یہ ایک طرح کا افترا ہے، انہوں نے قوالی ضرور سنی ہے مگر شرع کی پاسداری کے ساتھ سنی ہے۔ مولانا احمد رضا اس مروجہ قوالی کے خلاف بہت سخت تیور میں قلم آرا ہیں:

"ایسی قوالی حرام ہے، حاضرین سب گنہ گار ہیں اور ان سب کا گناہ ایسا عرس کرنے والوں اور قوالوں پر ہے اور قوالون کا گناہ بھی اس عرس کرنے والے کے ماتھے۔ قوالوں کا گناہ جانے سے قوالوں پر سے گناہ کی کچھ کمی آئے یا اس کے اور قوالوں کے ذمے حاضرین کا وبال پڑنے سے حاضری کے گناہ میں کچھ تخفیف ہو، نہیں بلکہ حاضرین میں ہر ایک پر اپنا پورا گناہ اور قوالوں پر اپنا گناہ الگ اور سب حاضرین کے برابر جدا اور ایسے ہی عرس کرنے والے پر اپنا گناہ الگ اور قوالوں کے برابر جدا اور سب حاضرین کے برابر علاحدہ۔ وجہ یہ ہے کہ حاضرین کو عرس کرنے والے نے بلایا، ان لوگوں کیلئے اس گناہ کا سامان پھیلایا اور قوالوں نے انہیں سنایا۔ اگر وہ سامان نہ کرتا یہ ڈھول سارنگی نہ سناتے تو حاضرین اس گناہ میں کیوں پڑتے، اس لیے ان سب کا گناہ ان دونوں پر ہوا۔" (احکام شریعت: جلد اول، ص ۳۳)

مولانا احمد رضا نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اس کے خلاف مکمل قلمی جہاد فرمایا۔ اس کیلئے فتاویٰ رضویہ کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے اور احکام شریعت ان کے ملفوظات کا مجموعہ الملفوظ

اور فتاوی افریقہ میں بھی اس کی تردید ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے اس فتنے کو بند کرنے کیلئے دو مستقل کتابیں تحریر کیں۔ (۱) مسائل سماع (۲) اجل التحبیر فی حکم السماع والمزامیر)

مزارات پر عورتوں کی حاضری:

آج بزرگوں کے مزارات پر غیر شرعی رسوم اتنے زیادہ ہونے لگے ہیں کہ روحانیت بالکل ختم ہو چکی ہے۔ خاص طور پر خواتین کی کثرت نے یہاں کے ماحول کو بہت زیادہ پراگندہ کر دیا ہے۔ عورتوں اور مردوں کو اختلاط ہوتا ہے، دھکا مکی ہوتی ہے اور اسی کے ذیل میں بہت سارے گندے امور فروغ پاتے ہیں۔ ایسی صورت میں کوئی تقویٰ شعار اور احتیاط پسند شخص وہاں جانے کیلئے بھی سو بار سوچتا ہے۔ مجاوروں نے مزارات اور درگاہوں کو کھانے کمانے کا دھندہ بنا لیا ہے۔ اور یہ دھندہ بڑی تیزی سے پھل پھول رہا ہے۔ علما اس کے خلاف تقریریں کرتے ہیں۔ تحریریں لکھتے ہیں مگر یہ مجاور حضرات باز نہیں آتے اور باز بھی کیوں کر آئیں جب ان کا اس سے مفاد وابستہ ہو۔ ان کو اس سے کوئی غرض نہیں چاہے ان کے اس فعل سے اسلام بدنام ہو اور چاہے اللہ تعالیٰ ناراض ہو۔ اگر یہ مجاور حضرات چاہیں تو مزارات پر کسی بھی طرح کا کوئی بھی غیر شرعی کام انجام نہ پاسکے مگر چوں کہ انہیں نذرانے اور چڑھاوے ملتے ہیں اس لیے یہ سب روا رکھا جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا قادری نے بڑے غضب ناک لہجے میں اس کا رد فرمایا اور لوگوں کو تنبیہ کی:

"غنیہ میں ہے، یہ نہ پوچھو کہ عورتوں کا مزار پر جانا جائز ہے یا نہیں بلکہ یہ پوچھو کہ اس عورت پر کس قدر لعنت ہوتی ہے اللہ کی طرف سے اور کس قدر صاحب قبر کی جانب سے۔ جس وقت وہ گھر سے ارادہ کرتی ہے لعنت شروع ہو جاتی ہے اور جب تک واپس آتی ہے ملائکہ لعنت کرتے رہتے ہیں۔ سوائے روضہ انور کے کسی مزار پر جانے کی اجازت نہیں۔

"(الملفوظ: جلد دوم، ص ۱۱۷)

وہ مزارات پر تو درکنار قبرستان میں بھی عورتوں کے جانے کے خلاف ہیں، ایک مقام پر لکھتے ہیں؛

عورتوں کو مزارات اولیا و مقابر عوام دونوں پر جانے کی ممانعت ہے۔ (احکام شریعت: دوم، ص ۱۸)

ان کے فتاوے اور ملفوظات میں جگہ جگہ اس کی تردید نظر آتی ہے۔ اس کیلئے فتاویٰ رضویہ، احکام شریعت اور الملفوظ کے بعض مندرجات دیکھے جاسکتے ہیں اور پھر یہ دو کتابیں بھی اس سلسلے میں ان کے نظریات کا تعین کرنے میں مدد کرتی ہیں۔ (۱) جمل النور فی نھی النساء عن زیارۃ القبور (۲) مروج النجاء لخروج النساء۔

مزارات پر سجدہ کرنا:

اللہ عزوجل کے سوا کسی کو بھی سجدہ کرنا روا نہیں۔ یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی مسلمان غیر خدا مثلاً مزار کے سامنے یا پیر و مرشد کے سامنے اسے خدا سمجھ کر سجدہ نہیں کرتا بلکہ اپنے جذبات سے مغلوب ہو کر محبت و عقیدت میں سجدہ کرتا ہے۔ اسے سجدہ تعظیمی کہتے ہیں۔ شریعت اسلامیہ نے اس سجدہ تعظیمی کو بھی حرام و ناجائز کہا ہے۔ اس کی اجازت کسی بھی طرح نہیں دی جاسکتی ہے مگر اس وقت دل کو بڑی چوٹ سی لگتی ہے کہ جب ہم مزارات کے سامنے لوگوں کو زمین پر پیشانی رکھتے یا مزار کی چوکھٹ پر سجدہ ریزی کرتے دیکھتے ہیں۔ جیسا کہ عرض کیا گیا کہ جہلا یہ سب اندھی عقیدت میں کرتے ہیں، پڑھے لکھے حضرات اس سے دور رہتے ہیں۔ مجاور حضرات اس لیے منع نہیں کرتے کہ اولاً عام طور پر تو وہ نرے جاہل ہی ہوتے ہیں اور ثانیاً زائرین کو منع کرنے میں خود ان کا نذرانہ چڑھاوا بند ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔ اس سجدہ تعظیمی کو جاہل پیروں اور صوفیوں نے بہت رواج دیا ہے۔ مولانا احمد رضا نے اس قبیح اور انتہائی مضر دین رسم کے خلاف جم کر کہا اور لکھا۔ چنانچہ اس بابت انہوں نے دو کتابیں تصنیف کیں۔ (۱) الزبدۃ الزکیہ فی تحریم سجود التحیۃ (۲) مفاد الجبر فی الصلوۃ بمقبرۃ او

جب قبر۔ اپنے متعدد فتاووں اور ملفوظات میں انہوں نے اس کے خلاف تحریر کیا ہے۔ اول الذکر کتاب میں مولانا احمد رضا نے متعدد آیات کریمہ، چالیس احادیث نبویہ صحیحہ اور ایک سو فقہی جزئیات ونصوص نیز اقوال بزرگان دین سے اس سجدہ تعظیمی کی حرمت کا حکم بیان فرمایا ہے۔ اس کتاب کے متعلق ہندوستان کے معروف عالم دین مولانا ابو الحسن علی ندوی تحریر فرماتے ہیں؛ وہی رسالة جامعة تدل علیٰ مزارة علمه وسعة اطلاعه یہ ایک جامع رسالہ ہے جس سے ان (مولانا احمد رضا) کے وفور علم اور وسعت معلومات کا اندازہ ہوتا ہے۔ (حاشیہ نزہة الخواطر: جلد ہشتم، ص۴۰)

اس سجدے کے متعلق مولانا احمد رضا کے قلم کا غضب ناک تیور دیکھیے: مزارات کو سجدہ یا اس کے سامنے زمین چومنا حرام ہے۔ زمین بوسی حقیقتاً سجدہ نہیں کہ سجدے میں پیشانی رکھنی ضروری ہے۔ جب یہ اس وجہ سے حرام اور مشابہ بت پرستی ہوئی کہ صورة قریب سجود ہے۔ تو خود سجدہ کس درجہ حرام اور بت پرستی کا مشابہ تام ہوگا۔

فرضی قبریں

یہ حقیقت ہے کہ کسی بھی قوم کا اس کے مذہب کے نام پر بڑی آسانی سے استحصال کیا جاسکتا ہے۔ اس خصوصاً مسلمان اپنے مذہب اور اپنی روایتوں کے بارے میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں۔ اور واقعہ یہ ہے کہ انہیں حساس ہونا بھی چاہیے مگر معاملہ اس وقت بگڑ جاتا ہے جب اس مذہب کی آڑ میں غلط کام کیے جاتے ہیں جس سے پورا مذہب بدنامی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ہمارے معاشرے میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو فرضی قبروں کے مجاور بنے بیٹھے ہیں۔ جاہل عوام وہاں چڑھاوے چڑھاتے ہیں، نیاز کرتے ہیں، قوالیاں ہوتی ہیں، خواتین کی کثرت سے حاضری ہوتی ہے اور نہ جانے کیا کیا غلط کام ہوتا ہے۔ مگر چوں کہ ان فرضی قبروں سے مجاوروں کی اچھی خاصی آمدنی ہوتی ہے۔ اس لیے یہ دھندا بڑی تیزی سے

آگے بڑھ رہا ہے۔ اور آج کل یہ بڑی نفع بخش تجارت ہو گئی ہے۔ ذرا دیکھیے مولانا احمد رضا ان فرضی مزارات کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

فرضی مزار بنانا اور اس کے ساتھ اصل کا سا معاملہ کرنا ناجائز و بدعت ہے اور خواب کی بات خلاف شرع امور میں مسموع نہیں ہو سکتی۔ (فتاوی رضویہ: چہارم، ص۱۱۵)

ایک سوال کے جواب میں تحریر فرمایا: ------ جس قبر کا یہ بھی حال معلوم نہ ہو کہ یہ مسلمان کی ہے یا کافر کی، اس کی زیارات کرنی فاتحہ دینی ہرگز جائز نہیں ------- (حوالہ سابق)

مولانا احمد رضا کی احتیاط کا تو یہ عالم ہے کہ قبر کے بوسے اور طواف سے بھی منع کرتے ہیں:

بلاشبہ غیر کعبہ معظمہ کا طواف تعظیمی ناجائز ہے اور غیر خدا کو سجدہ ہماری شریعت میں حرام ہے اور بوسہ قبر میں علما کا اختلاف ہے اور احوط منع ہے۔ (احکام شریعت: حصہ سوم، ص۱۳، فتاوی رضویہ: حصہ دہم، ص۷۷)

ایک دوسری جگہ یوں رقم طراز ہیں: مزار کا طواف کہ محض بہ نیت تعظیم کیا جائے، ناجائز ہے کہ تعظیم طواف مخصوص بخانہ کعبہ ہے۔ مزار کو بوسہ نہ دینا چاہیے۔ حتی کہ امام احمد رضا نے قبر کو اونچی بنانے سے بھی لوگوں کو سختی سے منع کیا ہے اور اس طرح کی بدعات وخرافات کے خلاف فرمایا کہ قبر کو اونچا بنانا خلاف سنت ہے (الملفوظ: سوم ص۷۹) یہ تمام مندرجات اس بات کی شہادت فراہم کر رہے ہیں کہ مولانا احمد رضا پر جو الزامات لگائے جاتے ہیں وہ اس سے بالکل بری ہیں اس کے موجد مولانا احمد رضا اور ان کے پیروکار نہیں بلکہ جاہل لوگ ہیں جو مسلمان ہوتے ہوئے بھی غیر اسلامی حرکتوں کو بڑے طنطنے کے ساتھ کرتے چلے آرہے ہیں۔ اس میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جن کا دین وشریعت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا بلکہ انہیں ہر صورت میں اپنا مفاد عزیز ہوتا ہے۔

غلط فہمیوں کے ذمے دار:

ایک اہم بات یہ ہے کہ مولانا احمد رضا کے ماننے والوں نے بھی انہیں غلط فہمیوں کے درمیان محصور کردینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے بلکہ میں تو یہی کہوں گا کہ ان کی مخالفت کا سب سے بڑا ذریعہ ان کے متبعین ہی ہیں۔ مولانا احمد رضا کو وصال فرمائے ہوئے تقریباً سو سال مکمل ہو رہے ہیں۔ مگر آخر کیا وجہ ہے کہ لوگوں میں ان کے متعلق غلط فہمی کی دھند نہیں چھٹی ہے بلکہ مجھے تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کہیں کہیں اس غلط فہمی میں اضافہ ہی ہوا ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مولانا احمد رضا بریلوی علیہ الرحمہ کے بہت سارے متبعین نے ان کے نام پر اپنے مفاد کی دوکان چمکانے کی شعوری کوشش کی ہے۔ ان کا نام تو بہت لیا ہے مگر ان کا کام کم کیا ہے۔ میں ببانگ دہل کہتا ہوں کہ جو تعمیری کام نہیں کرتے وہ مولانا احمد رضا کے نہیں ہو سکتے کیوں کہ مولانا احمد رضا کی زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ وہ صرف اور صرف کام کے آدمی تھے۔ انہوں نے زندگی بھر کام کیا ہے۔ کام کرنے والے افراد پیدا کیے ہیں، کام کرنے والے لوگوں کو اپنے قریب کیا ہے اور کام کرنے والوں کی حوصلہ افزئی کی ہے۔ مسلک اہلسنت وجماعت کے فروغ واستحکام کیلئے اگر کوئی دنیا کے کسی بھی گوشے میں بیٹھ کر کام کرتا ہے تو وہ حقیقتاً مولانا احمد رضا کا ہی مقلد ہے، وہ مولانا احمد رضا کا ہے اور مولانا احمد رضا اس کے ہیں، چاہے وہ مولانا علیہ الرحمہ کے نام اور کام سے آشنا ہو یا نہ ہو۔ اس کے بر خلاف جو کوئی ان کا نام تو لیتا ہے۔ ان کے گیت سنتا بھی ہے سناتا بھی ہے، نعرے بھی لگاتا ہے، نذرانے بھی بٹورتا ہے اور جیسے تیسے ڈاکٹریٹ کی ڈگری لے کر داد وتحسین بھی وصول کر لیتا ہے۔ مگر ان کا کام نہیں کرتا، ان کے کہے پر عمل نہیں کرتا تو حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کا مقلد نہیں، ان کا متبع نہیں۔ وہ اپنی عقیدت کے ہزاروں دیپ جلالے مولانا احمد رضا اس کے کبھی ہوئے ہیں اور نہ ہو سکتے ہیں، مولانا احمد رضا سے اس کا دور کا بھی کوئی تعلق نہیں۔ ایسے

لوگوں کو ایک بات ضرور یاد رکھنا چاہیے کہ نام لینا ضروری نہیں بلکہ کام کرنا ضروری ہے۔

اخیر میں ہم ایک گزارش ضرور کریں گے کہ جو لوگ غلط فہمی کے شکار ہیں انہیں مولانا احمد رضا کو ایک مرتبہ ضرور پڑھنا چاہیے۔ اگر آپ غیر جانب دار ہیں تو حقائق آپ پر ضرور منکشف ہو جائیں گے۔ ان کی درجنوں کتابیں مارکیٹ میں دستیاب ہیں۔ آپ محسوس کریں گے برصغیر میں بدعات وخرافات کے خلاف جتنا انہوں نے لکھا ہے اتنا شاید ہی کسی نے لکھا اور کہا ہوگا مگر یہ کتنا بڑا ظلم ہے کہ جو بدعتوں کا سب سے بڑا مخالف ہے اسی کو بدعات کا موجد کہا جا رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ہم اس سائنسی دور میں بھی جہاں علم وتحقیق کے بعد ہی کوئی نظریہ قائم کیا جاتا ہے، سنی سنائی باتوں پر ہی عمل کرتے ہیں۔ کسی کے بارے میں ایک بار جو رائے قائم کر لیتے ہیں پھر بمشکل ہی اس سے رجوع کرتے ہیں۔ حالانکہ صرف Mouse کی ایک Click سے ہی ہم حقائق کی تہ میں اتر سکتے ہیں مگر معلوم نہیں کیوں ہم ایسا نہیں کر پا رہے ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ آپ ان کے نظریات آنکھ بند کر کے قبول کر لیں مگر ان کے متعلق صحیح حقائق سے تو آگاہی حاصل کر ہی لیں اور اپنے نظریات کا قبلہ تو ضرور درست فرمالیں۔ آج علم کی دنیا ہے، معلومات کی دنیا ہے، حقائق کی دنیا ہے، ریسرچ کا زمانہ ہے۔ یہاں تو ہر بات ناپ تول، جانچ پرکھ کر، عدل کی میزان پر رکھ کر ہی بولی جاتی ہے۔ ایسی صورت میں اگر ہم مولانا احمد رضا علیہ الرحمہ کے بارے میں غلط فہمی رکھتے ہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ ہم خود اپنی پڑھی لکھی ذات سے صحیح طور پر انصاف کر پا رہے ہیں۔

انصار الابرار

تعارف اعلیٰ حضرتؒ

امام اہلسنت مجدد دین وملت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ کی شخصیت عالم اسلام میں کسی تعارف کی محتاج نہیں عالم اسلام کیلئے ان کی علمی خدمات آسمان علم وفن کی فضاؤں میں بادل بن کر چھائی ہوئی ہیں۔عصر حاضر اور ماضی قریب میں ان جیسا صاحب علم وفن اور عارف حق کوئی دوسرا نظر نہیں آتا۔

1857ء کی جنگ آزادی کے بعد اسلام میں فتنوں اور گمراہیوں کے خلاف جن علماء کرام نے اپنا کردار ادا کیا۔ان میں امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا نام سب سے نمایاں ہیں۔

علماء عرب وعجم نے آپؒ کو چودھویں صدی کا مجدد تسلیم کیا ہے۔

نام مبارک: آپ کا پیدائشی نام محمد رکھا گیا۔تاریخی نام المختار ہے۔جبکہ آپؒ کے دادا جان آپ کو احمد رضا کہہ کر پکارتے تھے۔اور اسی نام سے آپ مشہور ہوئے۔بعد میں اعلحضرتؒ نے اس نام کے ساتھ عبدالمصطفےٰ کا اضافہ فرمالیا۔اور اس نام کو اپنی تحریروں اور مہروں میں لکھتے تھے۔جیسا کہ ایک شعر میں خود کو عبدمصطفیٰ کچھ اس طرح لکھا

خوف نہ رکھ رضا ذرا تو تو ہے عبد مصطفیٰ تیرے لیئے امان ہے تیرے لیئے امان ہے۔

جس پر اکثر دیوبندی وہابی حضرات اعتراضات کرتے تھے۔جس کا مکمل اور تفصیلی جوابات پہلے بھی علماء کرام اور مناظرین اہلسنت دے چکے ہیں۔

جبکہ ابھی حال ہی میں مجلہ جام کوثر شمارہ نمبر 6 میں محترم اشتیاق فاروقی صاحب نے اپنی مضمون "عبدالمصطفیٰ نام پر اعتراضات اور اکابر دیوبند کے جوابات" میں علماء دیوبند ہی کی کتب سے ان کے تمام اعتراضات کا تفصیلی جواب دیا ہے۔

مقام ولادت مبارک: آپؒ ہندوستان کے شہر بریلی شریف محلہ جسولی میں آپ [illegible] کی

ولات باسعادت 10 شوال المکرم شریف 1272ھ بمطابق 14 جون 1856ء بروز ہفتہ بوقت ظہر کو ہوئی (ملفوظات رضا)

اعلحضرتؒ کے والد اور دادا کے اسمائے گرامی: امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ کے والدہ گرامی کا اسم گرامی مولانا نقی علی خانؒ جو کہ بلند پایہ عالم دین اور ولی کامل تھے۔اعلحضرتؒ کے دادا جان کا اسم گرامی حضرت مولانا رضا علی خانؒ بہت بڑے عالم دین، زاہد، متقی اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔(حیات اعلیٰ حضرت جلد اول)

اعلیٰ حضرتؒ کا مقام ومرتبہ: امام اہل سنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا مقام ومرتبہ کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ اعلیٰ حضرتؒ اپنے والد ماجد کے ساتھ حرمین شریفین کی زیارت کیلئے تشریف لے گئے۔اس وقت آپؒ کی عمر مبارک 22 برس تھی۔ وہاں کے اکابر علماء سے حدیث، فقہ، اصول تفسیر اور دوسرے علوم کی سند حاصل کی۔ایک دن نماز مغرب مقام ابراہیم علیہ السلام میں نماز ادا کی، نماز کے بعد امام شافعیہ شیخ حسین بن صالح نے بغیر کسی سابقہ تعارف کے ان کا ہاتھ پکڑ کر ان کو اپنے گھر لے گئے اور دیر تک ان کی پیشانی کو تھامے رہے اور فرمایا۔بے شک میں اس پیشانی سے اللہ تعالیٰ کا نور پاتا ہوں۔اس کے بعد انہوں نے صحاح ستہ کی سند اور سلسلہ قادریہ کی اجازت اپنے دستخط خاص سے مرحمت فرمائی (تذکرہ علماء ہند)

اعلیٰ حضرتؒ کے خصائص: آپؒ اپنی کنگھی اور شیشہ الگ رکھتے، مسواک ضرور کرتے تھے، دکاندار آپ کو مفت سودا دینے کی خواہش کرتے یا کم قیمت لینا چاہتے مگر آپؒ ہمیشہ بازار کی قیمت ادا کرتے تھے۔اور لوگوں کا دل رکھنا، بہر ضروری سمجھتے تھے۔چلتے وقت ہمیشہ آہستہ قدم اٹھاتے اور نگاہیں عام طور پر نیچی رکھتے، زیادہ وقت تالیف وتصنیف میں گزارتے تھے۔نماز بہت آہستہ اور سکون سے پڑھتے۔ہر شخص کے ساتھ اخلاق سے پیش آتے۔

سادات کی بڑی عزت اور خاطر مدارت کرتے۔ (سوانح اعلیٰ حضرت)

اعلیٰ حضرتؒ کی ذہانت کا عالم: امام ہلسنت مجدد دین وملت امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ کی ذہانت کا عالم یہ تھا کہ ایک روز مولوی صاحب آپ کو قرآن حکیم پڑھا رہے تھے۔ کہ ایک آیت کریمہ میں ایک لفظ بار بار انہیں بتاتے تھے۔ وہ زیر بتاتے مگر اعلحضرتؒ زبر پڑھتے۔ یہ کیفیت دیکھ کر ان کے جدامجد نے انہیں اپنے پاس بلایا اور قرآن حکیم کا نسخہ منگوا کر دیکھا تو اس میں کاتب سے اعراب کی غلطی ہوگئی تھی جسکی تصحیح نہ ہوئی تھی۔ جدامجد نے نسخے میں تصحیح کر دی اور محبت سے پوتے سے پوچھا بیٹا جس طرح مولوی صاحب پڑھاتے تھے آپ کیوں نہیں پڑھتے تھے؟ تو انہوں نے فرمایا میں ارادہ کرتا تھا لیکن کوئی زبان پکڑتا تھا۔ (انوار رضا)۔

اعلیٰ حضرتؒ اور سادات کا ادب: امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ سادات کی بڑی عزت اور خاطر مدارت کرتے تھے۔ ایک مرتبہ بریلی شریف کے کسی محلہ میں اعلحضرت امام احمد رضا قادری بریلویؒ مدعو تھے۔ ارادت مندوں نے اپنے ہاں لانے کیلئے پالکی کا اہتمام کیا۔ چنانچہ آپؒ سوار ہو گئے۔ اور چار مزدور پالکی کو اپنے کندھوں پر اُٹھا کر چل دیئے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے تھے۔ کہ یکا یک امام اہلسنت امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ نے پالکی میں سے آواز دی پالکی روک دو پالکی رک گئی۔ آپؒ فوراً باہر تشریف لائے اور بھرائی ہوئی آواز میں مزدوروں سے فرمایا سچ سچ بتائیں آپ میں سیدزادہ کون ہے؟ کیونکہ میرا ذوق ایمان سرور دو جہان ﷺ کی خوشبو محسوس کر رہا ہے۔ ایک مزدور آگے بڑھ کر عرض کی، حضور میں سید ہوں۔ ابھی اس کی بات مکمل بھی نہ ہونے پائی تھی۔ کہ عالم اسلام کے مقتدر پیشوا اور اپنے وقت کے عظیم مجدد امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ نے اپنا عمامہ شریف اس سیدزادے کے قدموں میں رکھ دیا۔ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت عظیم البرکت الشاہ

احمد رضا خان قادری بریلویؒ کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے ہیں اور ہاتھ جوڑ کر التجا کر رہے ہیں۔ معزز شہزادے! میری گستاخی معاف کر دیجئے۔ بے خیالی میں مجھ سے بھول ہوگئی ہائے غضب ہوگیا! جن کی نعل پاک میرے سر کا تاج عزت ہے۔ اُن کے کاندھے پر میں نے سواری کی، اگر بروز قیامت تاجدار رسالت ﷺ نے پوچھ لیا کہ احمد رضا! کیا میرے فرزند کا دوش ناز نین اس لئے تھے۔ کہ وہ تیری سواری کا بوجھ اُٹھائے تو میں کیا جواب دونگا! اس وقت میدان محشر میں میرے ناموس عشق کی کتنی زبردست رسوائی ہوگی۔ کئی بار زبان سے معاف کر دینے کا اقرار کروالینے کے بعد امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ نے آخری التجائے شوق پیش کی۔ محترم شہزادے! اس لاشعوری میں ہونے والی خطا کا کفارہ تبھی ادا ہوگا۔ کہ اب آپ پالکی میں سوار ہونگے اور میں پالکی کو کاندھا دونگا۔ اس التجا پر لوگوں کی آنکھوں آنسو بہنے لگے اور بعض کی تو چیخیں بھی بلند ہوگئیں۔ ہزار انکار کے بعد آخر کار مزدور شہزادے کو پالکی میں سوار ہونا ہی پڑا۔ یہ منظر کس قدر دل سوز ہے۔ اہل سنت کا جلیل القدر امام مزدوروں میں شامل ہو کر اپنی خداداد علمیت اور عالمگیر شہرت کا سارا اعزاز خوشنودی محبوب ﷺ کی خاطر ایک گمنام مزدور شہزادے کے قدموں پر نثار کر رہا ہے۔ (انوار رضا صفحہ 415، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور)

امام احمد رضا خان بریلویؒ کی خصوصیات عادات:

آپؒ ہمیشہ بشکل نام اقدس محمد ﷺ اس طرح سویا کرتے تھے کہ دونوں ہاتھ ملا کر سر کے نیچے رکھتے اور پاؤں سمیٹ لیتے جس سے سر "میم" کہنیاں "ح" کمر "میم" پاؤں "د" بن کر گویا نام محمد ﷺ کا نقشہ بن جاتا۔ کتب احادیث پر دوسری کتاب نہ رکھتے اگر کسی حدیث شریف کی ترجمانی فرما رہے ہوتے اور درمیان میں کوئی شخص بات کاٹتا تو سخت کبیدہ اور ناراض ہوتے مجلس میلاد میں ذکر ولادت کے وقت صلوٰۃ وسلام پڑھنے کیلئے

کھڑے ہو جاتے باقی شروع سے آخر تک ادباً دو زانو بیٹھے رہتے۔ ہنسنے میں کبھی ٹھٹھا نہ لگاتے جماہی آنے پر دانتوں میں انگلی دبا لیتے تا کہ آواز پیدا نہ ہو۔ قبلہ کی طرف منہ کر کے کبھی نہ تھوکتے نہ قبلہ کی طرف پاؤں پھیلاتے (سوانح امام احمد رضا)

امام احمد رضا خان بریلویؒ کا وصال شریف اور مذار شریف:

حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلویؒ نے اپنی وفات سے چار ماہ بائیس دن پہلے خود اپنے وصال کی خبر دے کر آیت قرآن سے سال وفات نکالا۔ 25 صفر المظفر شریف۔ 1340ھ بمطابق 28 اکتوبر 1921ء بروز جمعۃ المبارک ہندوستان کے وقت کے مطابق دو بجکر اڑتیس منٹ پر عین اذان کے وقت اُدھر مؤذن نے حی علی الفلاح کہا اِدھر روح پر فتوح نے داعی اجل کو لبیک کہا۔ آپ کا مذار شریف بریلی شریف محلہ سوداگراں میں دارالعلوم منظر اسلام کے شمالی جانب زیارت گاہ خاص و عام ہے۔

(احکام شریعت صفحہ نمبر 8)

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کی یاد میں سماہی مجلہ جام کوثر کی اجراء پر ہم دل کی گہرائیوں سے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب کو مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

نیز اعلحضرت امام مجدد نمبر شائع کرنے پر بھی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: مولانا محمد اویس قادری

مہتمم: جامعہ احیاء العلوم/ بھائی خان

موبائل: 0306-8198900

اعلیٰ حضرت کی ردِ شیعیت میں خدمات کا اعتراف علمائے دیوبند کے قلم سے

میثم عباس قادری رضوی

massam.qadiri@gmail.com

امامِ اہلِ سنّت سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق دیوبندی فرقہ کی جانب سے یہ پروپیگنڈا کیا جاتا ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت شیعہ مذہب سے تعلق رکھتے تھے جیسا کہ ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی صاحب نے ''مطالعۂ بریلویت'' اور ان کی کتاب سے سرقہ کر کے مولوی الیاس گھمن دیوبندی صاحب نے مسروقہ کتاب مسمّٰی بنام ''فرقۂ بریلویت پاک و ہند کا تحقیقی جائزہ'' میں دجل و فریب سے کام لیتے ہوئے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ نظریات کا حامل قرار دیتے ہوئے شیعہ ہونے کی تہمت لگائی ہے۔ اور یہی راگ ان کے پیروکار دیگر دیوبندی حضرات بھی الاپتے ہوئے نظر آتے ہیں لیکن جب دیوبندی علما سے ان کے اس موقف پر دلیل طلب کی جاتی ہے تو چوں کہ یہ علمی دلائل سے یکسر تہی دامن ہوتے ہیں اس لیے سوائے دجل و فریب کے کچھ بھی ان کے پاس نہیں ہوتا۔

کھلا چیلنج:

آج بھی تمام دنیائے نجدیت و دیوبندیت کو میرا یہ کھلا چیلنج ہے کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا شیعہ کی ہم نوائی میں کوئی ایک ایسا عقیدہ بیان کریں جس کا علمائے اسلام میں سے کوئی بھی قائل نہ ہو۔ ان شاء اللہ تعالیٰ یہ ایسا ثابت نہیں کر سکیں گے بلکہ قارئین کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ دیوبندی فرقہ ہی کے کئی علما اس حقیقت کا اقرار کرتے ہیں کہ سیدی اعلیٰ حضرت نے

شیعہ کا بہترین رد کیا ہے۔اس کے علاوہ دیوبندی علما اعلیٰ حضرت کو تعظیمی و دعائیہ کلمات سے بھی یاد کرتے ہیں۔اعلیٰ حضرت پر شیعیت کی تہمت لگانے والے دیوبندی علما کے اس مکروہ پروپیگنڈے کی وجہ سے میں نے مناسب سمجھا کہ ان کے اس بے بنیاد الزام کا جواب بھی علمائے دیوبند ہی کے حوالہ جات کو جمع کر کے دے دیا جائے جس سے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر شیعیت کی تہمت کا جھوٹ ہونا خود علمائے دیوبند کے قلم سے ہی ثابت ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

شیعیت کے خلاف اعلیٰ حضرت نے اکابر علمائے دیوبند سے سخت فتویٰ دیا ہے:

[۱] مسلکِ دیوبند کے مشہور عالم دین مولوی قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب نے ردِ شیعیت کے متعلق اعلیٰ حضرت کے فتوئی کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ تسلیم کیا کہ شیعہ کے خلاف سیدی اعلیٰ حضرت نے اکابر دیوبند سے سخت فتویٰ دیا ہے۔قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ:

''حساس بریلوی علما بھی شیعہ جارحیت کے مخالف ہیں اور بریلوی مسلک کے امام جناب مولانا احمد رضا خاں مرحوم نے روافض کے خلاف اکابر علمائے دیوبند سے بھی سخت فتویٰ دیا ہے چناں چہ آپ کا ایک رسالہ ''ردالرفضہ'' ہے جس کے شروع میں ہی ایک استفتا کے جواب میں لکھتے ہیں کہ ''رافضی تبرائی جو حضرات شیخین صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ عنہما خواہ ان میں سے ایک کی شانِ پاک میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انھیں امام وخلیفہ برحق نہ جانے کتب معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عامہ ائمہ ترجیح و فتویٰ کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے۔''

(درمختار، مطبع ہاشمی، صفحہ ۶۴ میں ہے الخ)

بحر الرائق کے حوالہ سے لکھتے ہیں: ''صحیح یہ ہے کہ ابوبکر یا عمر رضی اللہ عنہما کی امامت وخلافت کا منکر کافر ہے۔'' (صفحہ ۶)

''شیخین رضی اللہ عنہما کو بُرا کہنا ایسا ہے جیسا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کرنا اور امام صدر شہید نے فرمایا جو شیخین کو بُرا کہے یا تبرا بکے کافر ہے۔'' (صفحہ ۱۲)

''شفا مولفہ قاضی عیاض محدث کے حوالہ سے لکھتے ہیں: اور اس طرح ہم یقینی کافر جانتے ہیں

ان غالی رافضیوں کو جو ائمہ کو انبیا سے افضل بتاتے ہیں۔'' (صفحہ ۲۱)

(ماہ نامہ حق چار یار لاہور، جون۔جولائی ۱۹۹۰ء، صفحہ ۵۰)

[۲] قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب اپنی کتاب ''یادگارِ حسین'' میں لکھتے ہیں کہ: ''بریلوی اہلِ سنّت کے علما ماتم و تعزیہ وغیرہ کو ناجائز اور حرام ہی قرار دیتے ہیں۔'' (یادگارِ حسین، صفحہ ۱۴، شائع کردہ تحریک خدام اہلِ سنّت، چکوال ضلع جہلم پاکستان، طبع دوم، ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ)

[۳] اسی کتاب میں قاضی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ: ''بریلوی مسلک کے امام حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم کے فتاویٰ میں ہے (الف) محرم شریف میں مرثیہ خوانی میں شرکت جائز ہے یا نہیں؟ (الجواب) ناجائز ہے کہ وہ مناہی اور منکرات سے مملو ہوتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(عرفانِ شریعت، صفحہ ۱۵)

(ب) تعزیہ بنانا اور اس پر نذر نیاز کرنا، عرائض بہ امید حاجت براری لٹکانا اور بہ نیت بدعت حسنہ اس کو داخل سنت جاننا کتنا گناہ ہے؟ (الجواب) افعالِ مذکورہ جس طرح عوام زمانہ میں رائج ہیں بدعت وممنوع وناجائز ہیں انھیں داخلِ ثواب جاننا اور موافق شریعت اور مذہب اہلِ سنّت ماننا اس سے سخت تر وخطائے عقیدہ جہل اشد ہے۔'' (رسالہ تعزیہ داری، صفحہ ۱۵)

(ج) تعزیہ آتا دیکھ کر اعراض وروگردانی کریں اس طرف دیکھنا ہی نہ چاہیے۔

(عرفانِ شریعت، حصہ اول، صفحہ ۱۵)'' (یادگارِ حسین، صفحہ ۱۸، ۱۹، شائع کردہ تحریک خدام اہلِ سنّت چکوال ضلع جہلم پاکستان، طبع دوم ذی الحجہ ۱۴۰۱ھ)

[۴] قاضی مظہر حسین دیوبندی صاحب ردِ شیعیت میں لکھی گئی اپنی کتاب ''بشارات الدارین'' میں بھی لکھتے ہیں کہ:

''مسلک بریلویت کے پیشوا حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب نے بھی ہندوستان میں فتنۂ رفض کے انسداد میں بہت مؤثر کام کیا ہے اور روافض کے اعتراضات کے جواب میں اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دفاع کرنے میں کوئی کمی نہیں چھوڑی۔

منکرین صحابہ رضی اللہ عنہم کی تردید میں "ردالرفضہ" "رد تعزیہ داری" "الادلۃ الطاعنہ فی اذان الملاعنہ" وغیرہ آپ کے یادگار رسائل ہیں جن میں سنی شیعہ نزاعی پہلو سے آپ نے مذہبِ اہلِ سُنّت کا مکمل تحفظ کردیا ہے۔" (بشارات الدارین، صفحہ ۶۶۳، مطبوعہ ادارہ مظہر التحقیق، متصل جامع مسجد ختم نبوت کھاڑی ملتان روڈ لاہور)

[۵] اسی کتاب بشارات الدارین سے سیدی اعلیٰ حضرت کے متعلق کچھ اقتباسات ملاحظہ کیجیے، قاضی صاحب لکھتے ہیں کہ: "حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ بزرگانِ دین کی تصاویر بطورِ تبرک لینا کیسا ہے؟ تو ارشاد فرمایا: "کعبہ معظمہ میں حضرت ابراھیم، حضرت اسمٰعیل و حضرت مریم کی تصاویر ہی تھیں کہ یہ متبرک ہیں ناجائز فعل تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دستِ مبارک سے انھیں دھویا۔ (ملفوظات، حصہ دوم، ص ۸۷)". (بشارات الدارین، صفحہ ۲۳۹، ناشر ادارہ مظہر التحقیق، متصل جامع مسجد ختم نبوت کھاڑی ملتان روڈ لاہور)

[۶] قاضی صاحب نے اسی کتاب میں ۳ رجگہ سیدی اعلیٰ حضرت کا اسمِ گرامی یوں لکھا ہے: "حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔" (بشارات الدارین، صفحہ ۲۷۰)

"حضرت مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی۔" (بشارات الدارین، صفحہ ۵۲۳)

"مولانا بریلوی مرحوم" (بشارات الدارین، صفحہ ۵۲۴)

کتاب "یادگارِ حسین" اور "بشارات الدارین" میں قاضی مظہر دیوبندی صاحب نے سیدی اعلیٰ حضرت کی طرف سے شیعہ کا رد کرنا نقل کیا ہے اور آپ کے لیے "حضرت" کا تعظیمی لفظ لکھا ہے، اس کے علاوہ اپنے ماہ نامہ "حق چار یار" اور "بشارات الدارین" میں قاضی صاحب نے اعلیٰ حضرت کو "مرحوم" بھی لکھا ہے۔ اور دورِ حاضر میں سارق الکتب مشہور دیوبندی عالم الیاس گھمن صاحب نے اپنی کتاب "فرقہ سیفیہ کا تحقیقی جائزہ" کے صفحہ ۱۷، ۱۸ پر کسی شخصیت کے ساتھ لفظ "مرحوم" لکھنے کو "رحمۃ اللہ علیہ" کہنے کے مترادف ٹھہرایا ہے۔ گویا دیوبندی حضرات کے

"مزعومہ اسلام کے متکلم" الیاس گھمن صاحب کے بیان کیے گئے اصول کے مطابق قاضی مظہر دیوبندی صاحب نے سیدی اعلیٰ حضرت کے لیے "مرحوم" لکھ کر آپ کے لیے رحمت کی دعا کی ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ قاضی مظہر دیوبندی صاحب اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شیعہ نہیں بلکہ شیعہ کا مخالف سمجھتے تھے۔

بعض حوالوں سے علمائے اہلِ سُنّت (بریلی) کے یہاں تکفیرِ شیعہ سے متعلق زیادہ شدت پائی جاتی ہے: (سعید الرحمٰن علوی دیوبندی کا اعتراف)

[۷] اسی طرح خدام الدین لاہور کے سابق ایڈیٹر مولوی سعید الرحمٰن علوی دیوبندی صاحب بھی اہلِ سُنّت اور سیدی اعلیٰ حضرت کے حوالہ سے پھیلائی گئی غلط فہمی کا ازالہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

"پاکستان اور برصغیر کے خصوصی حوالہ سے تحقیق و تجزیہ کرتے ہوئے اس غلط فہمی کا ازالہ بھی ناگزیر ہے کہ سنی، اثناعشری کشمکش صرف اہلِ سُنّت کے حنفی، دیوبندی یا اہل حدیث مسالک تک محدود ہے اور حنفی بریلوی اہلِ سُنّت اس فکری و اعتقادی کشمکش سے علیحدہ ہیں۔ اس کتاب کے مطالعہ سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ حنفی بریلوی علمائے اہلِ سُنّت بھی شیعہ اور اثنا عشریہ کے گم راہ کن عقائد کے بارے میں اپنے افکار و فتاویٰ میں اتنے ہی حساس اور شدید ہیں جتنا کہ دیگر سنی مکاتب بلکہ بعض حوالوں سے ان کے ہاں تکفیرِ اثناعشریہ و روافض کے حوالہ سے شدت نسبتاً زیادہ پائی جاتی ہے جس کا ثبوت زیرِ مطالعہ کتاب میں درج اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی (بحوالہ "ردالرفضہ" وغیرہ) مولانا عبد الباقی فرنگی محلی مہاجر مدنی، خواجہ محمد قمر الدین سیالوی چشتی سجادہ نشین آستانہ عالیہ سیال شریف و بانی صدر جمعیت علمائے پاکستان نیز مفتی اعظم پاکستان علامہ عبد المصطفیٰ ازہری قادری سابق رکن قومی اسمبلی پاکستان و رئیس دار العلوم امجدیہ کراچی، مفتی خلیل احمد قادری بدایونی خادم دار الافتا بدایوں وغیرہم کے افکار و فتاویٰ سے بخوبی کیا جاسکتا ہے۔" (افکارِ شیعہ، صفحہ ۲۰)

قارئین! نے ملاحظہ کیا کہ سعید الرحمٰن علوی دیوبندی صاحب نے بھی سیدی اعلیٰ حضرت اور دیگر علمائے اہلِ سُنّت کے متعلق یہ اقرار کرلیا کہ شیعہ کے متعلق ان کے ہاں دیگر مسالک (دیوبندی وہابی) کی نسبت شدت زیادہ ہے۔

[۸] علوی دیوبندی صاحب اسی کتاب میں مزید لکھتے ہیں کہ:

''اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی متوفی ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء: اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی نے اب سے قریباً نوے سال پہلے ایک سوال کے جواب میں نہایت مفصل ومدلل فتویٰ تحریر فرمایا تھا جو ۱۳۲۰ھ میں ''ردالرفضۃ'' کے تاریخی نام سے شائع ہوا تھا۔ اس میں مستفتی کے سوال کا جواب دیتے ہوئے شروع میں تحریر فرمایا ہے: ''تحقیق مقام وتفصیل مرام یہ ہے کہ رافضی تبرائی جو حضراتِ شیخین صدیق اکبر، فاروق اعظم رضی اللہ عنہما خواہ ان میں سے کسی ایک کی شان میں گستاخی کرے اگرچہ صرف اسی قدر کہ انھیں امام وخلیفہ برحق نہ جانے کتبِ معتمدہ فقہ حنفی کی تصریحات اور عام ائمہ ترجیح وفتویٰ کی تصحیحات پر مطلقاً کافر ہے'' پھر مولانا مرحوم نے فقہ حنفی کی قریباً چالیس کتب معتمدہ ومعتبرہ سے اس کا ثبوت پیش کرنے کے بعد صفحہ ۱۷ ار پر تحریر فرمایا ہے: ''یہ حکم فقہی تبرائی رافضیوں کا ہے اگرچہ تبرا وانکارِ خلافتِ شیخین رضی اللہ عنہما کے سوا ضروریات دین کا انکار نہ کرتے ہوں'' والا حوط فیہ قول المتکلمین انھم ضلال من کلاب النار لا کفار وبہ ناخذ'' (اور اس سلسلے میں ماہرین علم العقائد کا محتاط تر قول یہ ہے کہ ایسے لوگ گم راہ، کافر اور جہنم کے کتے ہیں اور ہم اسی رائے سے متفق ہیں) اور روافض زمانہ تو ہرگز صرف تبرائی نہیں علی العموم منکرانِ ضروریاتِ دین اور باجماع مسلمین یقیناً قطعاً کفار مرتدین ہیں یہاں تک کہ علمانے تصریح فرمائی ہے کہ جو انھیں کافر نہ جانے خود کافر ہے۔'' سیدنا معاویہ کے حوالے سے فرماتے ہیں: ''حضرت امیر معاویہ پر طعن کرنے والا جہنمی کتوں میں سے ایک کتا ہے۔'' (احکامِ شریعت، صفحہ ۵۵) اعلیٰ حضرت اپنے مشہور تفصیلی فتویٰ ''ردالرفضہ'' میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ: ''بالجملہ ان رافضیوں تبرائیوں کے باب میں حکم قطعی اجماعی یہ ہے کہ وہ علی

العموم کفار ومرتدین ہیں ان کے ساتھ مناکحت نہ صرف حرام بلکہ خالص زنا ہے، معاذ اللہ مرد رافضی اور عورت مسلمان ہو تو یہ سخت قہر الٰہی ہے۔ اگر مرد سنی اور عورت ان خبیثوں کی ہو جب بھی ہرگز نکاح نہ ہوگا، اولاد ولد الزنا ہوگی، باپ کا ترکہ نہ پائے گی، اگرچہ اولاد بھی سنی ہی ہو کہ شرعاً ولد الزنا کا باپ کوئی نہیں۔ عورت نہ ترکے کی مستحق ہوگی نہ مہر کی کہ زانیہ کے لیے مہر نہیں۔ رافضی اپنے کسی قریب حتیٰ کہ باپ بیٹے، ماں بیٹی کا بھی ترکہ نہیں پاسکتا، سنی تو سنی کسی مسلمان بلکہ کافر کے بھی یہاں تک کہ خود اپنے ہم مذہب رافضی کے ترکے میں اس کا اصلاً کچھ حق نہیں۔ ان کے مرد عورت عالم جاہل کسی سے میل جول سلام وکلام سب سخت کبیرہ اشد حرام۔ جو ان کے ملعون عقیدوں پر آگاہ ہو کر پھر بھی انھیں مسلمان جانے یا ان کے کافر ہونے میں شک کرے بہ اجماع تمام ائمہ دین خود کافر بے دین ہے اور اس کے لیے بھی یہی احکام ہیں جو ان کے لیے مذکور ہوئے مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس فتویٰ کو بگوشِ ہوش سنیں اور اسی پر عمل کرکے سچے پکے مسلمان سنی بنیں۔'' وباللہ التوفیق واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم کتبہ عبدہ المذنب احمد رضا البریلوی (محمدی سنی حنفی قادری ۱۳۰۱ھ عبدالمصطفیٰ احمد رضا خان) (ردالرفضہ، تالیف اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی، صفحہ ۲۹، وراجع ایضاً، متفقہ فیصلہ، مطبوعہ لاہور، حصہ اول، صفحہ ۱۷۷)'' (افکارِ شیعہ، صفحہ ۳۱۵ و۳۱۶)

اعلیٰ حضرت کی ردشیعیت میں خدمات کا اعتراف: (مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی دیوبندی کے قلم سے)

[۹] سیدی اعلیٰ حضرت کو شیعہ قرار دینے والے مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی دیوبندی صاحب کو بالآخر اپنے باطل موقف کو چھوڑ کر سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عظمت کو تسلیم کرکے اہل سُنّت کے دروازے پر دستک دینی پڑی اور یہ حقیقت تسلیم کرنی پڑی کہ اعلیٰ حضرت شیعہ کو کافر کہتے تھے۔ فاروقی دیوبندی صاحب نے اپنی کتاب میں ''اہل سُنّت والجماعت علمائے بریلی کے تاریخ ساز فتاویٰ'' کی سرخی قائم کرکے پیر مہر علی شاہ صاحب کے اسمِ گرامی کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت کا

اسمِ گرامی یوں لکھا ہے "اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔"

(تاریخی دستاویز، صفحہ۱۱۳، شعبۂ نشرواشاعت سپاہ صحابہ پاکستان)

[۱۰] اس کے اگلے صفحے پر لکھا ہے: "اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا اہم فتویٰ۔"

(تاریخی دستاویز، صفحہ۱۱۳، شعبۂ نشرواشاعت سپاہ صحابہ پاکستان)

ردالرفضہ سے سیدی اعلیٰ حضرت کے فتویٰ کا ایک اقتباس نقل کرکے ضیاء الرحمٰن فاروقی دیوبندی صاحب لکھتے ہیں:

"اعلیٰ حضرت کی تصانیف ردِ شیعیت میں" اعلیٰ حضرت نے ردِ شیعیت میں "ردالرفضہ" کے علاوہ متعدد رسائل لکھے ہیں جن میں چند ایک یہ ہیں۔(۱) الادلة الطاعنه (روافض کی اذان میں کلمہ خلیفہ بلافصل کا شدید رد)(۲) اعالی الافادة فی تعزیة الهند وبیان شهادة (۱۳۲۱ھ) تعزیہ داری اور شہادت نامہ کا حکم (۳) جزاء اللّٰه عدوه بابائه ختم النبوة (۱۳۱۷ھ) (مرزائیوں کی طرح روافض کا بھی رد) (۴) لمعة الشمعة لهدی شیعة الشنیعة (۱۳۱۲ھ) (تفضیل وتفسیق سے متعلق سات سوالوں کا جواب)(۵) شرح المطالب فی مبحث ابی طالب (۱۳۱۶ھ) (ایک سو کتب تفسیر وعقائد وغیرہا سے ایمان نہ لانا ثابت کیا) ان کے علاوہ رسائل اور قصائد جو سیدنا غوث الاعظم کی شان میں لکھے ہیں وہ شیعہ روافض کی تردید ہیں۔"

(تاریخی دستاویز، صفحہ۱۱۴، شعبۂ نشرواشاعت سپاہ صحابہ پاکستان)

[۱۱] اسی کتاب کے صفحہ ۶۵ / پر ضیاء الرحمٰن فاروقی دیوبندی صاحب نے سیدی اعلیٰ حضرت کے متعلق "فاضل بریلوی مولانا احمد رضا خاں صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ" جیسے تعظیمی الفاظ لکھنے کے بعد روافض کی تکفیر کے متعلق "ردالرفضہ" سے اقتباس بھی نقل کیا ہے۔

[۱۲] مولوی ضیاء الرحمٰن فاروقی دیوبندی صاحب کی کتاب "خلافت وحکومت" کے بیک ٹائٹل (Back Title) پر لکھا ہے "سپاہ صحابہ کے کارکنوں کے مطالعہ کے لیے لازمی کتابیں" اور

ان کتابوں کی فہرست میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کا ذکر یوں کیا گیا ہے۔ "ردالرفضہ مولانا احمد رضا خاں فاضل بریلوی" فاروقی صاحب کی یہ کتاب ان کی زندگی میں ان کے اپنے ادارہ المعارف فیصل آباد کی طرف سے شائع ہوئی تھی۔

شیعہ سنی بھائی بھائی کہنے والا مولانا احمد رضا کا پیرو نہیں: (مولوی نافع دیوبندی)

[۱۳] مولوی نافع دیوبندی صاحب نے سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا کہ: "ایک مکتبِ فکر کے مشہور بزرگ علامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی (المتوفی ۱۳۴۰ھ) کی خدمت میں بعض لوگوں نے حضرت امیر معاویہ کے مقام ومرتبہ سے متعلق چند اشخاص کے درجِ ذیل نظریات پیش کیے۔" (سیرتِ حضرت امیر معاویہ، جلد اول، صفحہ ۶۵۱، ۶۵۲، ناشر دارالکتاب غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور)

اس کے بعد مولوی نافع دیوبندی صاحب سائل کا سوال اور سیدی اعلیٰ حضرت کا جواب نقل کرکے لکھتے ہیں: "اب اگر کوئی شخص حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو اپنا بھائی کہتا ہے اور سنی شیعہ بھائی بھائی کے نعرے لگاتا ہے تو کیا وہ مولانا احمد رضا خاں کا پیرو کہلانے کے لائق ہے؟ یہ فیصلہ آپ خود کریں۔" (سیرت حضرت امیر معاویہ، جلد اول، صفحہ ۶۵۴، ناشر دارالکتاب غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور)

مولانا احمد رضا نے سیدنا امیر معاویہ کے دفاع کا حق ادا کردیا: (مولوی نافع دیوبندی کا اقرار)

[۱۴] مولوی نافع دیوبندی صاحب اسی کتاب میں سیدی اعلیٰ حضرت کے ۶ / رسائل (جو کہ سیدنا امیر معاویہ کے متعلق دفاع پر مشتمل ہیں) کا ذکر کرکے لکھتے ہیں:

"مذکورہ بالا رسائل میں علامہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کی طرف سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر مطاعن اور اعتراضات کا مسکت جواب دیا گیا ہے اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جانب سے عمدہ صفائی پیش کی گئی ہے اور پُرزور طریقہ سے دفاع کا حق

ادا کیا ہے نیز ان رسائل کے مندرجات سے حضرت امیر معاویہ کے حق میں جناب علامہ بریلوی کے عمدہ نظریات صاف طور پر سامنے آگئے اور ان کی عقیدت مندی واضح ہوگئی۔'' (سیرتِ حضرت امیر معاویہ، جلد اول، صفحہ ۶۵۵، ناشر دار الکتاب غزنی اسٹریٹ، اردو بازار، لاہور)

قاضی طاہر علی الہاشمی دیوبندی کا امام احمد رضا کو ''اعلیٰ حضرت'' لکھنا:

[۱۵] ردِ شیعیت میں متعدد کتب لکھنے والے پروفیسر قاضی طاہر علی الہاشمی دیوبندی، سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اسم گرامی یوں لکھتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں۔''

(تذکرہ خلیفہ راشد امیر المومنین سیدنا امیر معاویہ، صفحہ ۲۷۹، ادارہ مطبوعات سلیمانی، رحمان مارکیٹ غزنی اسٹریٹ، اردو بازار لاہور)

اس کے بعد پروفیسر صاحب نے اپنی تائید میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق سیدی اعلیٰ حضرت کا عقیدہ بیان کیا ہے۔

سیدی اعلیٰ حضرت کی ردِ شیعیت میں خدمات کا اعتراف: (مولوی منظور نعمانی دیوبندی کے قلم سے)

[۱۶] ماہ نامہ الفرقان لکھنؤ کی خصوصی اشاعت بنام ''خمینی اور اثنا عشریہ کے بارے میں علمائے کرام کا متفقہ فیصلہ'' (جو بعد ازاں ماہ نامہ بینات کراچی کی خصوصی اشاعت میں بھی شائع ہوئی) کے صفحہ ۱۱۷ پر سیدی اعلیٰ حضرت کو ''مولانا مرحوم'' اور **''فاضل بریلوی جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب مرحوم''** لکھ کر ردِ شیعیت میں سیدی اعلیٰ حضرت کا فتویٰ نقل کیا گیا ہے، جو کہ صفحہ ۱۱۸/۱۱۷ تک درج ہے اس کے مرتب مولوی منظور نعمانی دیوبندی ہیں اور اس پر انھوں نے کسی قسم کا انکار نہیں کیا، گویا سیدی اعلیٰ حضرت کو ''مرحوم'' کہنا اور ان کی طرف سے شیعہ کا رد کرنا مولوی منظور نعمانی دیوبندی کو بھی تسلیم ہے کیوں کہ مولوی سرفراز خاں صفدر گکھڑوی کڑمنگی لکھتے ہیں کہ:

''جب کوئی مصنف کسی کا حوالہ اپنی تائید میں نقل کرتا ہے اور اس کے حصہ سے اختلاف

نہیں کرتا تو وہی مصنف کا نظریہ ہوتا ہے۔''

(تفریح الخواطر، صفحہ ۹۷، مطبوعہ مکتبہ صفدریہ، نزد نصرۃ العلوم، گھنٹہ گھر گوجرانوالہ)

لہٰذا اسی اصول پر یہ بات ثابت ہوگئی۔

سیدی اعلیٰ حضرت کی ردِ شیعیت میں خدمات کا اعتراف: (قاری اظہر دیوبندی کے قلم سے)

[۱۷] اسی طرح قاری اظہر ندیم دیوبندی بھی کتاب ''کیا شیعہ مسلمان ہیں؟'' میں سیدی اعلیٰ حضرت کے متعلق یوں نقل کرتے ہیں کہ:

''امام اہلِ سنّت اعلیٰ حضرت شاہ احمد رضا خاں صاحب بریلوی کا فتویٰ۔''

(کیا شیعہ مسلمان ہیں؟ صفحہ ۲۸۸، تحریک تحفظ اسلام، گلگت پاکستان، بار اول ستمبر ۱۹۸۷ء)

اس کے بعد انھوں نے سیدی اعلیٰ حضرت کے فتوے کے اقتباسات نقل کیے ہیں، بنظرِ اختصار ان اقتباسات کے عناوین ملاحظہ کریں: **''صدیق و فاروق کا گستاخ کافر ہے''**، **''صدیق و فاروق کی خلافت کا منکر کافر ہے''**، **''جو غیر نبی کو نبی سے افضل کہے تو کافر ہے''**، **''حضرت معاویہ پر طعن کرنے والا جہنمی کتا ہے''**، **''روافض علی العموم کفار اور مرتدین ہیں''**، **''شیعوں کی مجالس اور جلوسوں میں شرکت حرام ہے، وہ حاضری سخت ملعون ہے، اس میں شرکت موجب لعنت ہے۔''**

(کیا شیعہ مسلمان ہیں؟ صفحہ ۲۸۹، ۲۹۰، تحریک تحفظ اسلام گلگت، پاکستان بار اول ستمبر ۱۹۸۷ء)

اور اس کے کسی حصہ سے انھوں نے اختلاف نہیں کیا۔ گکھڑوی صاحب کی تصریح کے مطابق قاری صاحب نے سیدی اعلیٰ حضرت کو امام اہلِ سنّت اور اعلیٰ حضرت تسلیم کرلیا اور یہ بھی ان کا اپنا موقف ثابت ہوا کہ سیدی اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے شیعیت کا رد کیا ہے۔

اعلیٰ حضرت شیعہ نہیں بلکہ شیعہ کو کافر قرار دیتے ہیں: (مولوی حق نواز جھنگوی کا اعتراف)

دیوبندی فرقہ کے مشہور خطیب اور دیوبندی تنظیم سپاہ صحابہ کے سابق امیر مولوی حق نواز جھنگوی کی تقاریر کو دیوبندی مولوی ضیاء القاسمی نے اپنے اہتمام سے اپنے مکتبہ کی طرف سے شائع کیا۔ ان تقاریر میں ۳ رمقامات پر مولوی حق نواز جھنگوی دیوبندی نے سیدی اعلیٰ حضرت امام اہلِ سُنّت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی کی طرف سے شیعہ کا رد کرنا بیان کیا ہے۔ ذیل میں وہ تین اقتباسات ملاحظہ فرمائیں:

[۱۸] جھنگوی صاحب اپنی پہلی تقریر میں کہتے ہیں:

''علامہ بریلوی بریلویوں کے قائد اور ان کے راہنما بلکہ بقول بریلوی علما کے مجدد، احترام کے ساتھ نام لوں گا، مولانا احمد رضا بریلوی اپنے فتویٰ (فتاویٰ) رضویہ میں اور اپنے مختصر رسالہ ''ردِ رفضہ'' میں تحریر کرتے ہیں کہ شیعہ اثنا عشری بدترین کافر ہیں اور الفاظ یہ ہیں کہ شیعہ بڑا ہو یا چھوٹا مرد ہو یا عورت، شہری ہو یا دیہاتی، کوئی ہو، لاریب، لاشک قطعاً خارج از اسلام ہے اور صرف اتنے پر ہی اکتفا نہیں کرتے اور لکھتے ہیں **من شک فی کفرہ و عذابہ فقد کفر** جو شخص شیعہ کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے، یہ فتویٰ مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا ہے۔ جو فتویٰ (فتاویٰ) رضویہ میں موجود ہے، بلکہ احمد رضا خاں نے تو یہاں تک شیعہ سے نفرت دلائی ہے کہ ایک شخص پوچھتا ہے کہ اگر شیعہ کنویں میں داخل ہو جائے تو کنویں کا سارا پانی نکالنا ہے یا کچھ ڈول نکالنے کے بعد کنویں کا پانی پاک ہو جائے گا؟''

اس کے کچھ سطر بعد حق نواز جھنگوی اس کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ''اعلیٰ حضرت بریلوی لکھتے ہیں کہ سارا پانی نکال دے تب کنواں پاک ہوگا اور وجہ لکھتے ہیں کہ شیعہ سنی کو ہمیشہ حرام کھلانے کی کوشش کرتے ہیں اگر اس سے اور کچھ بھی نہ ہو سکا تب بھی وہ اہلِ سُنّت کے کنویں میں پیشاب ضرور کر آئے گا اس لیے اس کنویں کا سارا پانی نکال کر باہر کرنا لازمی اور ضروری ہے۔''

(۱۵ رتاریخ ساز تقریریں، صفحہ ۱۵، ناشر مکتبۂ قاسمیہ، غلام محمد آباد کالونی اے بلاک فیصل آباد)

[۱۹] جھنگوی صاحب اپنی دوسری تقریر میں کہتے ہیں:

''آپ کے پڑوسی محلہ میں میں نے مولانا احمد رضا خاں بریلوی کا یہ فتویٰ سنایا تھا۔ آپ کو یاد ہوگا کہ اگر کوئی شیعہ کنویں میں گھس جائے تو مولانا احمد رضا خاں بریلوی کہتے ہیں کہ کنویں کا سارا پانی نکال دو۔ وہ سارا کنواں ناپاک ہو گیا۔ آگے لکھتے ہیں کہ سب کافروں کے لیے یہی حکم ہے کہ وہ کنویں میں داخل ہوں تو کنویں کا سارا پانی ہی نکالا جاتا ہے یہ کیوں چیزیں سامنے آئیں کس لیے آئیں کہ کفر سے اسلام کا تشخص قائم ہو۔ کفر الگ رہے اور اسلام الگ رہے اور اس مغالطہ میں آ کر کوئی مسلمان اپنی معاشرتی زندگی کو برباد نہ کر بیٹھے۔''

(۱۵ رتاریخ ساز تقریریں، صفحہ ۲۶۶، مطبوعہ مکتبۂ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی اے بلاک فیصل آباد)

حق نواز جھنگوی دیوبندی کی تقریر کے اس اقتباس سے ثابت ہوتا ہے کہ اعلیٰ حضرت شیعہ کو کافر اور جس کنویں میں شیعہ جائے اسے پاک کرنے کا اس لیے کہتے تھے تا کہ کفر اور اسلام الگ الگ رہیں اور مسلمان اپنی معاشرتی زندگی تباہ نہ کر بیٹھیں۔

جھنگوی صاحب اپنی تیسری تقریر میں کہتے ہیں کہ: ''احمد رضا خاں بریلوی شیعوں کو کافر کہتے ہیں۔'' (۱۵ رتاریخ ساز تقریریں، صفحہ ۱۶۶، مطبوعہ مکتبۂ قاسمیہ غلام محمد آباد کالونی اے بلاک فیصل آباد)

مولوی حق نواز جھنگوی دیوبندی کی ۳ رتقاریر سے پیش کیے گئے ان تین اقتباسات سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ وہ اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت شیعہ نہیں بلکہ شیعہ کے سخت مخالف ہیں اور انھیں کافر قرار دیتے ہیں بلکہ اُن کے کفر میں شک کرنے والے کو بھی کافر کہتے ہیں۔

دیوبندی تنظیم سپاہ صحابہ کی طرف سے اعلیٰ حضرت کو ''امام'' تسلیم کرنا:

[۲۰] دیوبندی تنظیم سپاہ صحابہ پاکستان کی طرف سے ایک ۱۲ رورقی کتابچہ ''کیا شیعہ سنی بھائی

بھائی ہیں؟'' کے نام سے شائع ہوا۔ اس دیوبندی کتابچہ میں سیدی امام اہلِ سُنّت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی طرف سے ردِ شیعیت میں دیے گئے فتوے کا خلاصہ نقل کیا گیا ہے، فتویٰ سے پہلے اعلیٰ حضرت کا اسمِ گرامی یوں لکھا ہے ''اہم نکات تاریخی فتویٰ مولانا امام احمد رضا خاں'' (کیا شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں؟ صفحہ ۱۱، ناشر مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت سپاہ صحابہ (جھنگ) پاکستان) اس اقتباس میں دیوبندی تنظیم سپاہ صحابہ نے اعلیٰ حضرت کو ''امام'' تسلیم کرتے ہوئے آپ کے لیے رحمۃ اللہ علیہ کے دعائیہ کلمہ کی علامت ''ؒ'' بھی لکھی ہے۔ اور اس کے بعد سیدی اعلیٰ حضرت کے فتوے کا خلاصہ یوں نقل کیا گیا ہے: ''۱۔ شیعہ مرد یا شیعہ عورت سے نکاح حرام اور اولاد ولد الزنا، ۲۔ شیعہ کا ذبیحہ حرام، ۳۔ شیعہ سے میل جول، سلام، کلام اشد حرام، ۴۔ جو شخص شیعہ کے ملعون عقائد سے آگاہ ہو کر پھر بھی انھیں مسلمان جانے بالاجماع تمام ائمہ دین خود کافر ہے۔'' (کیا شیعہ سنی بھائی بھائی ہیں؟ صفحہ ۱۱، ناشر مرکزی شعبۂ نشر و اشاعت سپاہ صحابہ، جھنگ، پاکستان) دیوبندی تنظیم سپاہ صحابہ کے شائع کردہ کتابچہ سے پیش کیے گئے اس حوالہ سے بھی یہ بات بخوبی ثابت ہوئی کہ امام احمد رضا فاضل بریلوی شیعہ نہیں بلکہ شیعہ کا رد کرنے والے تھے، الحمدللہ۔ قارئینِ کرام! اس مضمون میں دیوبندی علما کے پیش کیے گئے حوالہ جات سے ''مطالعۂ بریلویت'' نامی مجموعہ دجل و فریب میں اعلیٰ حضرت کو شیعہ کہنے والے ڈاکٹر خالد محمود دیوبندی کے جھوٹ کی خوب تردید ہو گئی ہے۔ اِن حوالہ جات کے بعد بھی اگر کوئی دیوبندی اعلیٰ حضرت کو شیعہ یا شیعہ نواز کہے گا تو وہ اب بھی صرف اعلیٰ حضرت کی ہی مخالفت نہیں بلکہ دیوبندی علما کی مخالفت بھی کرے گا۔ اسے کہتے ہیں: **الفضل ما شَہِدت بہ الاعداء۔**

☆☆☆

سردار محمد اکرم بٹر

امام احمد رضا اور ملی تحریکات

امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی قدس سرہ صدی کی وہ عبقری اور ہمہ جہت شخصیت ہیں، جن کی مثال دورِ حاضر میں ملنا مشکل ہے۔ اس وقت برصغیر کے علاوہ عالمی جامعات میں سب سے زیادہ تحقیقی کام جس شخصیت پر ہو رہا ہے وہ فاضل بریلوی ہیں۔ آج کئی ریسرچ سکالر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں حاصل کرنے کیلئے حیات امام احمد رضا کے مختلف گوشوں کا مطالعہ کر رہے ہیں اور جوں جوں تحقیقی میدان میں وہ آگے بڑھتے ہیں، انہیں امام اہلسنت کی شخصیت میں علم کا ایسا عمیق بحر بے کنار نظر آتا ہے جس کی گہرائی تک ابھی کوئی نہیں پہنچ سکا، میں ساری زندگی علم حاصل کرنے کے بعد بھی اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ جیسے ابھی تک ایک سمندر کے کنارے پر کھڑا ہو کر علم کی وسعتوں اور گہرائیوں کے سامنے دم بخود ہوں۔ (۱)

امام اہلسنت اس صدی کے سب سے بڑے فقیہ تھے اور متنوع علوم و فنون پر مجتہدانہ کمال رکھتے تھے۔ ایک ہزار کے لگ بھگ چھوٹی بڑی تصانیف آپ کی علمی یادگار ہیں۔ علماء عرب و عجم نے آپ کو وقت کا مجدد تسلیم کیا ہے۔ غرض کہ ایسے جامع جمیع کمالات تھے کہ گزشتہ تین صدیوں میں ان کی نظیر نہیں ملتی۔ (۲)

امام احمد رضا علم و فضل کا کوہ ہمالیہ تھے لیکن آپ نے زاہد خشک یا گوشہ نشین صوفی بننا پسند نہیں کیا بلکہ انتہائی محنت سے اوراق ماضی پر دسترس حاصل کی اور پیش آمدہ حالات کے متعلق تاریخ ساز فیصلے کیے۔ آپ نے ہمیشہ ہر میدان میں قوم کی راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا۔ آپ مذہب اور سیاست کو جدا جدا نہیں سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے برصغیر میں اٹھنے والی ہر مثبت اور منفی تحریک کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔ آپ کبھی بھی جذبات کا شکار نہیں ہوئے بلکہ آپ نے ہمیشہ ہر ملی تحریک کے متعلق قرآن و سنت کی روشنی میں ایک مؤقف اختیار کیا۔ اگرچہ عملاً سیاست میں حصہ نہیں لیا لیکن سیاستدانوں کی راہنمائی احسن طریقہ سے کرتے رہے۔

عصر حاضر کے ایک مایہ ناز سکالر حضرت صاحبزادہ سیّد خورشید احمد گیلانی اپنے ایک مقالے میں یوں رقم طراز ہیں کہ ''دراصل فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت ایک ہشت پہلو ہیرے جیسی ہے۔ جس طرح اسے سورج کی روشنی کے رخ پر رکھا جائے تو ہر کونے سے ایک نیا رنگ نظر پڑتا ہے۔ کسی سمت سے سنہری کسی جانب سے نیلا کسی طرف سے سرخ اور کسی پہلو سے سبز، کسی زاویے سے نارنجی اور کسی گوشے سے آسمانی رنگ جھلکتا ہے۔ اعلیٰ حضرت کو بھی آفتاب علم کی روشنی میں دیکھا جائے تو ان کی شخصیت کے کئی رنگ دل و نگاہ کی جاذبیت کا سامان لئے ہوئے ہیں''۔ (۳)

رب کائنات نے ہر دور میں طوفانوں کا مقابلہ کرنے کیلئے پہاڑوں کی سی مضبوط استقامت رکھنے والی شخصیات پیدا فرمائی ہیں، جن کے عزم و ثبات کے سامنے طوفانوں کے تند ریلے دم توڑتے

رہے۔ صحابہ کرام کے دور کے بعد امام اعظم ابوحنیفہ، امام فخر الدین رازی، امام احمد بن حنبل، امام شافعی، امام محمد غزالی اور مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ سب ایسے ہی پیکر عظمت وعزیمت تھے اور اسی تابندہ افق کا ایک روشن آفتاب امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

آپ کے دور حیات کے آخری زمانہ میں کئی سیاسی تحریکیں آزادی ہند کے نام پر ابھریں جن میں "تحریک خلافت" "تحریک ترک موالات" "تحریک ہجرت" "تحریک گاؤ کشی" اور "تحریک پاکستان" بڑی اہمیت کی حامل تھیں۔ ان تحریکات میں امام احمد رضا بریلوی اور آپ کے خلفاء وتلامذہ کا کردار بڑا جاندار اور ملی، قومی سلامتی کی بقا کے تقاضوں کے مطابق تھا۔ جس کی قائدین تحریک آزادی نے ہر موقعہ پر تعریف کی۔ بدقسمتی سے قیام پاکستان کے بعد مشائخ کرام اور علماء اہلسنت جنہوں نے آل انڈیا سنی کانفرنس کے جھنڈے تلے متحدہ ہو کر مسلم لیگ کا ساتھ دیا تھا اور تحریک آزادی کو کامیابی سے ہمکنار کیا تھا وہ اپنے اپنے مدارس اور آستانوں پر جا کر سکون سے بیٹھ گئے اور یہ سمجھا کہ اب اس مملکت خداداد پاکستان کی نظریاتی اور جغرافیائی حدود کا تحفظ مسلم لیگ ہی کرے گی لیکن ہوا یہ کہ اس خلا کو پر کرنے کیلئے نظریہ پاکستان اور تحریک پاکستان کے مخالفین بڑی تیزی سے آگے بڑھے اور اقتدار کے ایوانوں میں جا پہنچے اور یوں تاریخ کا کاربن پیپر بن کر سامنے آتے گئے۔ آزادی کے ہیرو غدار کہلائے جانے لگے، انگریزی اور ہندو سامراج کے ایجنٹ مسلمانوں کے راہنما بنتے گئے۔ حقائق کا قتل عام ہوا۔ گردش زمانہ نے حالات کو بدل کر رکھ دیا۔ نئی نسل کے ذہنوں کو خراب کرنے کیلئے تاریخ کو بدل ڈالا گیا لیکن جلد ہی حالات نے رخ بدلا اور نظریہ پاکستان کے مخالفین کے چہروں سے تقدس کا نقاب آہستہ آہستہ سرکنے لگا۔ تاریخ نے اپنے آپ کو دہرایا اور آج پھر پیغام رضا کے ڈنکے بجنے لگے۔ جہان رضا آباد ہونے لگا۔ علم ودانش کی نئی بستیاں بسنے لگیں۔ ڈاکٹریٹ کی ڈگریوں کیلئے اپنوں اور بیگانوں کا ستم رسیدہ احمد رضا کام آنے لگا۔ تاریخ کا فراموش کردہ کردار ریسرچ سکالروں کی سوچوں کا محور بننے لگا۔ وہ وقت دور نہیں جب آفتاب رضویت بڑی تابناکی سے چمکے گا۔ امام احمد رضا کی ملی خدمات کا دائرہ اس قدر وسیع ہوگا کہ اس کے افق سے نظام مصطفیٰ کے آفتاب نمودار ہوں گے۔

تحریک خلافت اور ترک موالات

پہلی جنگ عظیم میں جب جرمنی اور اس کے اتحادی ترکی کو شکست ہوئی تو ۱۴ مئی ۱۹۲۰ء کو ترکی سے برطانیہ اور اس کے حلیفوں نے بمقام "سان ریمو" (فرانس) ایک معاہدہ کیا، جسے معاہدہ "سیورے" کہتے ہیں۔ برطانوی اتحادیوں نے ترکی کو نامناسب شرائط پر مجبور کر کے مندرجہ شرائط منوالیں۔

۱) سلطان ترکی اتحادیوں کی حمایت کے ساتھ قسطنطنیہ میں حکومت کرے گا۔

۲) اتحادیوں کو یہ حق ہے کہ آبناؤں پر قبضہ کر لیں اور جب چاہیں ایشیائی ترکی کے کسی حصہ پر قابض ہو جائیں۔

۳) ترکی کو توڑ کر آرمینیہ کی ایک نئی مملکت قائم کی گئی جس میں مندرجہ ذیل صوبے ہوں گے۔ مشرقی اناطولیہ، ارض روم، وان، نبلس، ترامزون اور آذربائیجان۔ اس اسلامی مملکت کی حدود قائم کرنے کیلئے امریکہ کو ثالث بنا دیا گیا۔

۴) ترکی عرب ممالک کے متعلق اپنے تمام دعوؤں سے دستبردار ہوگا۔

۵) شام کی نگرانی فرانس کو، عراق اور اردن کی برطانیہ کو دی جائے گی۔ اٹلی، عدیس بابا اور یونان، سمرنا اور مغربی اناطولیہ کو اپنے قبضہ میں لے لیں گے۔ (۴)

ان حالات میں ہندوستان میں اسلامی درد رکھنے والے رہنماؤں نے آل انڈیا مسلم کانفرنس منعقدہ ۲۲ رستمبر ۱۹۱۹ء کے ایک بھرپور اجلاس میں "خلافت کمیٹی" کی بنیاد رکھی۔ اس کا مقصد سلطنت ترکیہ کی سلامتی اور سلطان ترکی کو خلیفۃ المسلمین کی حیثیت سے تسلیم کروانا تھا۔ لیکن جب مذکورہ بالا معاہدہ ہوا تو اسلامیان ہند کو بڑی تکلیف ہوئی۔ چنانچہ ۲۸ رمئی ۱۹۲۰ء کو بمبئی میں "خلافت کمیٹی" کا پہلا جلسہ ہوا، جس میں انگریز حکومت کے ساتھ عدم تعاون کا اصول تسلیم کیا گیا اور مسٹر گاندھی کو اس تحریک کا قائد وراہنما قرار دیا گیا۔ دور حاضر کے مشہور دانشور پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ پہلی جنگ عظیم کے بعد جب مسلمانوں کی طرف سے "تحریک خلافت" کا آغاز ہوا تو حالات نے نیا رخ اختیار کیا۔ اس تحریک میں مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، حکیم اجمل خاں، ڈاکٹر انصاری، مولانا ظفر علی خاں، مولانا حسرت موہانی جیسے مشاہیر ملت شامل تھے۔ اسی زمانہ میں انڈین نیشنل کانگریس نے مسٹر گاندھی کے ایما پر ہندوستان میں "ترک موالات" کی تحریک کا اعلان کر دیا۔ کانگریس کا قیام اگرچہ ۱۸۸۵ء میں عمل میں آ گیا تھا مگر اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ حاکم ومحکوم کے تعلقات کو استوار کرے اور بس۔ بعد میں کامل آزادی کا مطالبہ کیا گیا۔ الغرض ۱۹۲۰ء میں کانگریس کے قوم پرست ہندو مسلمان اور تحریک خلافت کے داعی اچھے مشترکہ دشمن انگریز کے خلاف متحد ہو گئے۔ ہر شخص ترک موالات پر تلا ہوا تھا مگر کھل کر مخالفت کی کسی کو جرأت نہیں تھی۔ ایک طرف جوش جنوں میں انگریزوں سے ترک موالات بلکہ ترک معاملات پر زور تھا، دوسری طرف کفار و مشرکین سے دوستی ومحبت کیلئے ہاتھ بڑھایا گیا۔ (۵)

تحریک خلافت کے رہنماؤں نے گاندھی کی محبت میں گم ہو کر ایسی تاریخی غلطیاں کیں کہ اکابرین ملت کے دل خون کے آنسو رونے لگے، کیونکہ ان لوگوں نے اپنے جذباتی دور میں گاندھی کی شان میں ایسی قصیدہ خوانی کی کہ شریعت مصطفوی کو بر سر عام پامال کیا گیا۔ آج جب ان لوگوں کے افعال واقوال پر نظر پڑتی ہے تو سر شرم سے جھک جاتا ہے۔ ان مشرکانہ اقوال وافعال کی چند جھلکیاں ملاحظہ فرمایئے۔

رسالہ "الناظر" کے ایڈیٹر مولانا ظفر الملک نے لکھا کہ "اگر نبوت ختم نہ ہو گئی ہوتی تو آج مہاتما گاندھی نبی ہوتے"۔ مولانا شوکت علی نے فرمایا "زبانی جے جے پکارنے سے کچھ نہیں ہوتا اگر تم ہندو بھائیوں کو راضی کرو گے تو خدا راضی ہوگا"۔ مولانا عبدالباری یوں گوہر افشاں ہوئے کہ "میں نے گاندھی کو

اپنا راہنما بنالیا ہے جو وہ کہتے ہیں وہی مانتا ہوں"۔ مولانا محمد علی جوہر فرماتے ہیں کہ "بعد از نبی بزرگ توئی قصہ مختصر" میں اپنے لئے بعد رسول مقبول ﷺ گاندھی جی ہی کے احکام کی پیروی ضروری سمجھتا ہوں" اور پھر اس پر ہی بس نہ کی بلکہ جامع مسجد دہلی کے منبر رسول ﷺ پر شردھانند سے تقریریں کروائی گئیں۔ ایک ڈولی میں قرآن کریم اور گیتا کو رکھ کر بڑے بڑے شہروں میں جلوس نکالے گئے۔ مسلمانوں نے ماتھوں پر قشقے لگائے۔ گاندھی جی کی تصویروں اور بتوں کو گھروں میں آویزاں کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کرشن کا خطاب دیا گیا۔ وید کو الہامی کتاب تسلیم کیا گیا۔ گائے کی قربانی کی ممانعت کے فتاوی سارے ملک میں تقسیم کئے گئے۔ (۶)

سوچنے کا مقام ہے کہ دین اسلام کی اس طرح بے حرمتی کوئی بھی غیرت مند مسلمان کیسے برداشت کرسکتا ہے۔ چنانچہ فاضل بریلوی نے جب یہ صورت حال دیکھی تو تڑپ اٹھے۔ آپ نے اس خوفناک طوفان کو بھانپ لیا اور مسلمانوں کو اس فتنہ سے بچانے کیلئے جہاد کیا۔ یہ حقیقت ہے کہ مولانا احمد رضا خاں کا اس وقت اس سازش کے خلاف جہاد مسلمانوں کو اپنا تشخص بچانے کیلئے تھا' ورنہ وہ ایسا جذباتی دور تھا جس میں بڑے بڑے راہنما بھی حالات کی رو میں بہہ گئے تھے۔

امام احمد رضا فاضل بریلوی نے ایسے حالات میں اسلامیان ہند کی راہنمائی کیلئے شدید علالت کے باوجود دوقومی نظریہ پر ایک کتاب "الحجه الموتمنه فی آیته الممتحنه" ۱۳۳۹ھ/۱۹۲۰ء) لکھی۔ جس میں مسلمانوں کو اس ہندووانہ اتحاد۔ کے انجام سے متنبہ کیا۔ ہندو چالبازوں کے عزائم سے خبردار کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب محمد علی جناح اور علامہ اقبال دونوں ابھی دوقومی نظریے کے اظہار سے گریزاں تھے۔ مگر فاضل بریلوی نے نتائج کی پرواہ کئے بغیر حق کا برملا اظہار فرمایا۔

اس زمانہ میں ان کے ایک دوست اور ہندوستان کے مشہور عالم دین مولانا عبدالباری فرنگی محلی مسٹر گاندھی کی سیاست میں الجھ کر ان کے ہم نوا بن گئے اور ان سے بعض ایسے اقوال واعمال سرزد ہوئے جو فاضل بریلوی کی نظر میں خلاف شرع تھے اور سیاسی حیثیت سے مسلمانوں کیلئے تباہ کن بھی تھے۔ چنانچہ آپ نے ان کی دوستی کی پرواہ کئے بغیر اس طرز عمل پر سخت تنقید کی اور ان سے طویل خط وکتابت کی' یہ خطوط بعد میں "الطاری الداری لهفوات عبدالباری" (۱۳۳۹ھ/۱۹۲۱ء) کے نام سے کتابی شکل میں سامنے آئے۔ (۷)

امام احمد رضا کا نقطۂ نظر اگرچہ اس وقت کچھ لوگوں کو پسند نہیں تھا اور وہ آپ پر الزامات کے تیر پھینکتے رہے اور کہتے کہ یہ تو ہندوستانی راہنماؤں کے اتحاد کے خلاف کام کررہے ہیں اور انگریزوں کی حمایت کرتے ہیں مگر امام احمد رضا نے اپنے مؤقف سے سرمو انحراف نہ کیا۔ تحریک خلافت کے حوالہ سے آپ نے خلیفہ کی حیثیت پر بحث کرتے ہوئے رسالہ "دوام العیش فی آئمه من القریش" ۱۳۳۹/۱۹۲۰ء لکھا۔ یہ بھی ایک تاریخ ساز فیصلہ تھا جس میں آپ نے فرمایا کہ شریعت اسلامیہ میں خلیفہ

اسلام اور سلطان وقت کیلئے شرائط اور ان کی اتباع وحمایت کے احکام جدا جدا ہیں۔ فاضل بریلوی کے نزدیک خلیفۃ المسلمین کیلئے شرعاً قریشی ہونا ضروری تھا۔ اس لئے ان کو سلطان ترکی اور سلطنت ترکیہ کی حمایت وتائید سے تو اختلاف نہ تھا البتہ سلطان کو "خلیفۃ المسلمین" کہنے اور سلطنت کو "خلافت" کا نام دینے سے اختلاف تھا۔ جب دو سال بعد ۱۹۲۲ء میں خود ترکی کے مرد آہن مصطفیٰ کمال پاشا نے سلطنت ترکیہ کا تختہ الٹ دیا اور سلطان عبدالحمید کو ملک بدر کردیا تو دعویٰ خلافت کی حقیقت کھل کر لوگوں کے سامنے آگئی اور مسلمانوں کو شرمسار ہونا پڑا۔ فاضل بریلوی اس تحریک سے عملاً اس لئے علیحدہ رہے کہ ان کے نزدیک اس کی بنیاد شریعت پر قائم نہیں تھی بلکہ وہ اس کو حصول سوراج کی درپردہ کوشش خیال کرتے تھے۔ مسٹر گاندھی اور ہندوؤں کی حمایت نے اس خیال کو تقویت پہنچائی اور پھر تاریخی وسیاسی واقعات نے اس خیال کی تصدیق کردی۔ (۸)

برصغیر کی ان تحریکات کے متعلق قائداعظم محمد علی جناح کے کردار بارے رئیس احمد جعفری اپنی کتاب میں لکھتے ہیں کہ "جب کانگریس نے "ترک موالات" کی تجویز منظور کی تو مسٹر جناح نے اپنے انہی اصولوں کے پیش نظر کانگریس سے قطع تعلق کرلیا۔ اس وقت کے بہت سے سیاسی راہنماؤں کے نزدیک ان کی یہ بہت بڑی غلطی تھی لیکن وہ اپنے دلائل کی بناء پر اپنی روش کو صحیح سمجھ رہے تھے۔ وہ تحریک برائے تحریک کے قائل نہیں تھے۔ وہ کہتے تھے کہ سرکاری سکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ اگر کراتے ہو تو اپنی قوم کے بچوں کی تعلیم کیلئے قومی سکول اور کالج کھولو۔ بدیشی کپڑے کا اگر مقاطعہ کرتے ہو تو سودیشی کپڑے کی ملوں پر ملیں قائم کرو۔ صرف چرخہ کات کر اور لنگوٹی پہن کر تم آزادی حاصل نہیں کرسکتے۔ قائداعظم کے اس اعلان پر آوازے کسے گئے' طعنے دیئے گئے اور سماجی بائیکاٹ کی دھمکی دی گئی لیکن انہوں نے جو راستہ اختیار کیا تھا' اس سے ایک لحہ کیلئے بھی منحرف نہ ہوئے"۔ (۹)

علامہ اقبال کو بھی تحریک خلافت سے یک گونہ تعلق خاطر تھا اور اپنے احباب سے ہمدردی بھی تھی' اس لئے کہ یہ تحریک ان کے اسلامی تصورات سے بڑی حد تک ہم آہنگ تھی۔ تاہم جب آگے چل کر یہ تحریک متحدہ قومیت کے کانگرسی طلسم میں پھنس گئی تو انہوں نے اس پر سخت تنقید کی۔ (۱۰)

مفکر ملت علامہ اقبال اگرچہ شروع میں "صوبائی خلافت کمیٹی" کے رکن تھے لیکن جلد ہی انہوں نے استعفیٰ دے دیا اور اپنے ایک دوست محمد نیاز الدین خاں کو اپنے خط محررہ ۱۱ فروری ۱۹۲۰ء میں واضح کیا "گرامی صاحب کی خدمت میں السلام علیکم عرض کیجئے۔ سنا ہے وہ مجھ پر ناراض ہیں کہ میں نے "خلافت کمیٹی" سے کیوں استعفیٰ دے دیا۔ وہ لاہور آئیں تو ان کو حالات سے آگاہ کروں گا۔ جس طرح یہ کمیٹی قائم کی گئی اور جو کچھ ممبران کا مقصد تھا' اس اعتبار سے تو اس کمیٹی کا وجود میری رائے میں مسلمانوں کیلئے خطرناک تھا"۔ (۱۱)

قائداعظم اور علامہ اقبال کا موقف تو آپ نے پڑھ لیا۔ اب امت مسلمہ کے ایک عظیم راہنما

امیر ملت پیر حافظ جماعت علی شاہ محدث علی پوری کا نظریہ بھی ملاحظہ فرمائیے۔ آپ نے ۱۹۱۴ء میں ''تحریک ترک موالات'' کی مخالفت کیلئے آواز اٹھائی اور اعلان کیا کہ ہندو مردے کو جلا کر خاک کر دیتے ہیں اور وہ خاک ہوا میں اڑ جاتی ہے جبکہ مسلمان مردے کو دو گز زمین تا قیامت مل جاتی ہے۔ (۱۲)

ڈاکٹر سید مطلوب حسین شاہ لکھتے ہیں کہ تحریک ترک موالات ۱۹۲۰ء میں مسٹر گاندھی نے شروع کی جس کا مقصد حکومت برطانیہ پر عدم اعتماد تھا۔ اس میں ہندو نواز مسلم راہنماؤں نے اپنے ماضی کے تجربات و مشاہدات سے قطع نظر کر کے ہندوؤں کی طرف دوستی اور محبت کا ہاتھ بڑھایا۔ حتیٰ کہ انہیں اپنا قائد اور راہنما تسلیم کر لیا۔

امام احمد رضا کو ایسے لوگوں کے اس سیاسی طرز عمل سے سخت اختلاف تھا۔ کیونکہ وہ اس کیلئے ہرگز تیار نہ تھے کہ انگریزوں کی غلامی کا طوق اتار کر ہندو اکثریت کی غلامی کی زنجیریں پہن لیتے اور جمہوری روایات کی روشنی میں اقتدار ان کے ہاتھ میں سونپ کر ان کو مسلمانوں کی قسمت کا مالک بنا دیتے۔ قوم پرست مسلمانوں کو تو ہندوؤں کے اخلاص اور نیت پر یقین تھا لیکن امام احمد رضا ان کے پوشیدہ عزائم کو خوب سمجھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے نہ صرف خود کو اس تحریک سے الگ رکھا بلکہ تمام سُنیوں کو اس سے علیحدہ رہنے کی تلقین کی۔ (۱۳)

اس ہنگامہ آرائی میں ملت کا ہر فرد پریشان تھا۔ وہ آزادی کے دوراہے پر کھڑا فیصلہ نہیں کر پاتا تھا۔ کیونکہ خلافت کمیٹی یا گاندھی اینڈ کمپنی سے اختلاف رائے کرنا اپنی جان مصیبت میں ڈالنا تھا لیکن اس پر آشوب اور منافقت بھرے دور میں بھی امام احمد رضا بریلوی اور آپ کے ہم فکر علماء نے کلمہ حق بلند کیا۔ اہلسنت کے ترجمان ماہنامہ ''السواد اعظم'' نے جو مولانا محمد عمر نعیمی اور صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی کی زیر نگرانی نکلتا تھا، سخت سے سخت طوفان کا پامردی سے مقابلہ کیا اور ملت کی راہنمائی فرمائی۔ دراصل یہ تحریکیں انگریز اور ہندو کی گہری سیاسی سازش کا نتیجہ تھیں، جن کا مقصد کسی نہ کسی طرح مسلمانوں کو سیاسی اور اقتصادی نقصان پہنچا کر انہیں انتشار کا شکار بنایا تھا۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ ان تحریکوں کی قیادت متعصب ہندو راہنما مسٹر گاندھی کے ہاتھ میں تھی اور اس نے اپنے پروگرام پر عمل کرتے ہوئے اپنی مرضی سے یہ تحریکیں چلائیں۔ پھر خود ہی انہیں ختم کر دینے کا اعلان کر دیا۔ اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ مسٹر گاندھی یا مدن موہن مالویہ جیسے ہندوؤں کا بھلا مسلمانوں کی خلافت سے کیا تعلق تھا۔ اگر یہ تحریکیں خالصتاً اسلامی مفاد کیلئے تھیں تو پھر ان کی قیادت ہندو کیوں کر رہے تھے۔ مسلمانوں کی بدقسمتی یہ تھی کہ مولانا محمد علی جوہر جیسے اکابر بھی ہندو کی چالاکی کا شکار ہوتے گئے اور خلافت کے خوبصورت جال میں ہندو مفاد کا زہر کھانے پر تیار ہو گئے۔ اس نازک دور میں امام اہلسنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے قوم کی راہنمائی کیلئے موثر اور ٹھوس دلائل سے ہندو کی سازش کو بے نقاب کیا۔ چنانچہ آپ کی جدوجہد کے نتیجہ میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی، مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی اور دوسرے اکابرین نے اپنے طرز عمل کا جائزہ لیا اور ان تحریکوں سے علیحدگی اختیار کر لی۔ پھر

جب تحریک پاکستان اپنے عروج پر تھی اور ہندو کا کردار کھل کر سامنے آیا تو مولانا احمد رضا خانؒ کا موقف حرف بحرف سچ ثابت ہوا۔ وہ لوگ جو چند سال قبل امام احمد رضا کے خلاف الزامات کے تیر برساتے تھے، اب اسی راستے پر چل رہے تھے، جس کی نشاندہی امام احمد رضا نے کی تھی۔ مگر ان لوگوں کو اس وقت احساس ہوا، جب ان کے جذباتی فیصلے سے ملت اسلامیہ کا بے پناہ نقصان ہو چکا تھا۔

تحریک ہجرت

جن دنوں ''تحریک خلافت'' اور ''تحریک ترک موالات'' زوروں پر تھیں، ہندو کا شاطرانہ ذہن مسلمانوں کی تباہی کیلئے مختلف منصوبوں پر غور کر رہا تھا۔ چنانچہ ہندوؤں نے مسلمانوں کے اندر علماء کرام کے ایک مخصوص طبقے کے ذریعہ اسلامیان ہند کو برصغیر سے ہجرت کر جانے کا مشورہ دیا۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کے ہاں ایک طبقہ ہمیشہ ایسا رہا ہے جس نے اسلام کی حقانیت سے آنکھیں بند کر کے غیروں کے مشوروں پر عمل کر کے نقصان پہنچایا۔ ایسا ہی ایک گروہ مسٹر گاندھی کی سیاست کی زلف گرہ گیر کا اسیر ہو چکا تھا۔ ان کے نزدیک گاندھی کا حکم ہی نجات کیلئے حرف آخر تھا۔ چنانچہ اسی پس منظر میں تحریک ہجرت کا آغاز ہوا۔

کرنل عزیز ہندی امرتسری ''تحریک ہجرت'' میں پیش پیش تھے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''مجھے معلوم ہوا کہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے نہایت مستعدی سے ہجرت کی تبلیغ شروع کر رکھی ہے۔ میں نے بھی آگے بڑھ کر اس تائید غیبی پر خدا کا شکر ادا کیا۔ میں نے ازراہ تفنن مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری سے پوچھا کہ آپ تو میرے ساتھ ہی پہلے قافلہ میں ہجرت کریں گے؟ جس پر انہوں نے فرمایا کہ آپ آگے جائیں گے۔ میں آپ کے پیچھے مہاجرین کے لشکر روانہ کرتا رہوں گا۔ یہ بات ذہن میں رہے کہ مولانا بخاری نے عملاً ہجرت نہیں کی تھی مگر لوگوں کو ہجرت کی راہ پر ڈالتے رہے''۔ (۱۴)

پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے جو رپورٹ مرتب کی گئی تھی، اس کے مطابق ۲۳ر اپریل ۱۹۲۰ء کو امرتسر میں ''مجلس احرار'' کے مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے کہا کہ اب جہاد ناممکن ہے لیکن امیر کے اعلان نے ہجرت کو قابل عمل بنا دیا ہے۔ ۲۷ اپریل کو امرتسر سے ہی مولوی داؤد غزنوی نے افغانستان ہجرت کرنے کی ترغیب دی اور کہا جہاد کو چھوڑ کر ہجرت کی سنت پر عمل کیا جائے۔ ۲۸ر مئی کو امرتسر میں مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے نہ صرف خود ہجرت کرنے کا اعلان کیا بلکہ کہا کہ وہ ایسا کرنے سے قبل تین یا چار انگریزوں کو بنگلوں میں قتل کریں گے۔ ۱۱ر جون کو امرتسر میں مولوی داؤد غزنوی نے فلسفہ ہجرت پر روشنی ڈالی اور مہاجرین کو دنیوی اور اخروی اجر و ثواب کی یقین دہانی کرائی۔ ۱۴ر اگست ۱۹۲۰ء کو ظفر علی خاں نے ۳۰ ہزار سامعین کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ''اب حضرت مہدی علیہ السلام کے ظہور کا وقت بھی ہے۔ انہیں ترک موالات کے پروگرام کو پایہ تکمیل تک پہنچانا چاہیے۔ ترکی کا معاہدہ کاغذ کا ایک بیکار ٹکڑا تھا۔ انہیں اب

ہندوستان سے ہجرت کرنی چاہیے''۔(۱۵)

مولوی عبداللہ غزنوی بھی اسی طرح کے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ''جب امرتسر میں کانگریس کا اجلاس ہوا تو مولانا محمد علی جوہر نے فرمایا کہ اگر برطانیہ ترکی کو آزاد نہ کرے گا تو ہم ہندوستان کو چھوڑ کر باہر چلے جائیں گے اور ہجرت کر کے دوسرے ملکوں میں بیٹھ کر برطانیہ سے جنگ کرتے رہیں گے''۔ مولانا عبیداللہ سندھی نے اس وقت والی افغانستان اعلیٰ حضرت امان اللہ خاں سے درخواست کی کہ آپ اعلان کریں کہ جو شخص بھی ہندوستان سے ہجرت کر کے افغانستان آئے گا، اس کو میں زمین، مکان اور نوکری دوں گا۔ اس پر امیر کابل نے اعلان کر دیا۔ لوگ افغانستان میں آنا شروع ہو گئے اور انگریزوں کا دماغ پریشان ہو گیا۔(۱۶)

مذکورہ بالا واقعات کی روشنی میں یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آتی ہے کہ علماء کے ایک مخصوص طبقے نے خاص پس منظر میں کیوں ہندوستان کو ''دارالحرب'' قرار دینے پر زور دیا تھا اور مسلمانوں کو ہندوستان سے ہجرت کی ترغیب دی۔ ہم اگر سب لوگوں کا موقف تحریر کریں گے تو بات طویل ہو جائے گی۔ یہاں صرف تاریخی حوالہ کے طور پر مختصراً عرض کرنا چاہتے ہیں کہ امام احمد رضا برصغیر کو ''دارالحرب'' کی بجائے ''دارالسلام'' مانتے تھے۔ اس لئے وہ فرماتے تھے کہ ''دارالسلام'' سے ہجرت نہیں کی جا سکتی۔ اس کیلئے آپ نے اس موضوع پر ایک رسالہ ''اعلام الاعلام بان ہندوستان دارالسلام'' (۱۳۰۶ھ/۱۸۸۸ء) تحریر کر کے یہ بات ثابت کی کہ ہندوستان چونکہ ''دارالسلام'' ہے اس لئے مسلمانوں کے ہجرت کرنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔

امام احمد رضا کے اس موقف کی تائید دیوبندیوں کے دینی راہنما اشرف علی تھانوی صاحب کے اس فتویٰ سے بھی ہوتی ہے، جس میں انہوں نے فرمایا ہے کہ ''ہندوستان نہ تو صاحبین کے قول پر دارالحرب ہے۔ اگرچہ احکام شرک کے خلاف کوئی پابندی نہیں لیکن احکام اسلام بھی بلاخوف مشتہر ہیں اور دونوں کی آزادانہ ادائیگی سے یہ ملک ''دارالحرب'' نہیں ہو سکتا اور نہ امام اعظم کے قول پر ''دارالحرب'' ہے۔ کیونکہ احکام کفریہ اس ملک میں جاری نہیں ہیں بلکہ بدستور احکام اسلام پر عمل کیا جا رہا ہے اور ایسی صورت میں ''دارالحرب'' نہیں ہوتا۔(۱۷)

اس ''تحریک ہجرت'' کے نتیجہ میں مسلمانوں کو جو اقتصادی نقصان اٹھانا پڑا محتاج بیان نہیں ہے مگر اس تحریک کے ناعاقبت اندیش نیشنلسٹ علماء قوم کو اندھی غار میں دھکیل رہے تھے۔ یہ لوگ اگر تھوڑا سا بھی دینی بصیرت سے کام لے کر غور کرتے تو بات بالکل واضح تھی کہ وہ انگریز کے حق میں اقدام کر رہے تھے۔ کیونکہ مسلمانوں کے ہجرت کر جانے کے بعد انگریز پر اندرونی دباؤ ختم ہو گیا تھا۔ اس سلسلہ میں چودھری سردار محمد خان کی بات قابل غور ہے۔ آپ لکھتے ہیں کہ ''ترک موالات'' کے پروگرام کے ساتھ ساتھ بہت سے مسلمانوں نے جن میں مولانا ابوالکلام آزاد بھی شامل تھے، یہ طے کیا گیا کہ ہندوستان

سے مسلمان تو افغانستان ہجرت کر جائیں اور ہندو سارے برصغیر کے مالک رہیں۔ اس تحریک نے سندھ اور سرحدی صوبوں میں اتنا زور پکڑا کہ اٹھارہ ہزار سے بھی زیادہ مسلمان اپنے گھر بار، کاروبار کو خیر باد کہہ کر افغانستان کی طرف چل پڑے مگر افغانوں نے مہاجرین کو اپنے ملک میں داخل ہونے سے روک دیا۔ ہجرت کا یہ قافلہ پھر ہندوستان کی طرف لوٹا اور اب ان کے گھر، کھیت اور جائیدادیں ہندوؤں کے قبضے میں جا چکی تھیں۔ اس طرح مسلمانوں کا جو مالی اور جانی نقصان ہوا، وہ بیان سے باہر ہے۔(۱۸)

صوبہ سرحد کے مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی دردناک داستان جناب فارغ بخاری صاحب یوں بیان کرتے ہیں ''علماء کرام اور ہندو نواز رہنمایان عظام نے قرآن اور حدیث کے حوالے دے دے کر لوگوں کو ترک وطن پر آمادہ کیا۔ اس تحریک نے ہندوستان کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ایک قیامت برپا کر دی۔ صدیوں کے آباد گھر اجڑ رہے تھے۔ مال و متاع کوڑیوں کے مول نیلام ہو رہے تھے، جائیدادیں بیچی جا رہی تھیں، کھڑی فصلیں جلائی جا رہی تھیں۔ باپ بیٹوں سے اور بیٹے ماؤں سے جدا ہو رہے تھے۔ جوان بیٹیوں کی شادیوں میں اتنی عجلت برتی جا رہی تھی کہ بغیر جانے بوجھے دیکھے بھالے جو نوجوان سامنے آتا، نکاح پڑھوا کر اس کے پلے باندھ دیتے۔ جو بوڑھے والدین سفر کے قابل نہیں تھے، وہ اپنے بچوں کو آنسوؤں بھری آنکھوں اور لرزتے ہاتھوں سے رخصت کر رہے تھے۔ ہر طرف مسلمان عورتوں کی آہ و بکا اور بچوں کی گریہ زاری سے ایک کہرام مچا تھا۔ جدھر دیکھو، مسلمان ہجرت کی تیاریوں میں منہمک نظر آتے''۔ پھر لکھتے ہیں کہ مسلمان مہاجرین کے قافلے ٹڈی دل کی طرح کھیتوں اور میدانوں میں کھلے آسمانوں کے نیچے پڑے پڑے بھوک اور پیاس سے دم توڑنے لگے۔ عورتیں، بچے اور نوجوان ایک گلاس پانی اور ایک ٹکڑا روٹی کیلئے اپنی عزت ناموس اور عصمت تک بیچنے پر مجبور ہو گئے۔ اب نہ تو وہ آگے جانے کے قابل تھے اور نہ پیچھے لوٹنے کی سکت رکھتے تھے۔(۱۹)

یہی وہ خطرناک نتائج تھے، جن سے بچنے کیلئے پیر مہر علی شاہ گولڑوی، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور امام احمد رضا جیسے اکابرین نے ''تحریک ہجرت'' کی مخالفت کی تھی اور فرمایا تھا کہ لوگو! ہندوستان ہندوؤں کی طرح مسلمانوں کا بھی اپنا ملک ہے۔

انہوں نے اپنے خون سے اس چمن کی آبیاری کی ہے۔ اسے ''دارالحرب'' قرار دے کر ہجرت کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم جو کہ انگریزوں کی آمد سے قبل اس ملک کے حکمران تھے، ہجرت کر کے غیر ملکی حکمرانوں کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے۔ آؤ ہم ہندوستان سے ہجرت کرنے کی بجائے اس کی آزادی کیلئے جنگ لڑیں۔ اس وقت اگرچہ امام احمد رضا کی بات بعض لوگوں کو ناگوار گزری تھی لیکن بعد میں پیش آنے والے حالات نے یہ بات ثابت کر دی کہ امام احمد رضا کا موقف درست تھا۔ نام نہاد ہجرتی، ہندو سیاست کے دھوکے میں آ گئے تھے۔

اس سلسلے میں ہم صرف دو اصحاب کی رائے پیش کر کے بات کو مختصر کرتے ہیں۔ جناب محمد علی

چراغ صاحب لکھتے ہیں کہ "اس نازک صورت حال میں واحد شخصیت مولانا احمد رضا خاں کی ہے جس نے مسلمانوں کی کئی غلط فہمیوں کا ازالہ کیا اور انہوں نے اسلامی نقطۂ نظر سے کسی ملک کے دارالحرب ہونے کے بارے میں اہم معلومات فراہم کیں۔ ان کے خیال میں غیر منقسم ہندوستان میں مسلمانوں کا پورا پورا حق تھا۔ انہوں نے ایک ہزار سال سے زیادہ یہاں کامیاب حکومت کی تھی۔ مولانا احمد رضا بریلوی مسلمانوں کے اس حق سے دست بردار ہونے کیلئے تیار نہیں تھے۔ کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ملک کو دراصل "دارالحرب" قرار دے کر ترک موالات کر جانا ایک طرح کا کمزور احتجاجی عمل تھا اور اس طرح ہجرت اور ترک موالات کرنے سے مسلمان عملاً اپنے حق سے دست بردار ہو جاتے تھے۔ ایسی صورت احوال ہندو لیڈروں اور کانگریس کیلئے تو سودمند تھی۔ وہ اس طرح تن تنہا حکمران انگریزوں سے کسی طرح کی سودے بازی کر سکتے تھے"۔ (۲۰)

مولانا کوثر نیازی بھی اپنے مقالہ میں اس موضوع پر امام احمد رضا کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ "تحریک ہجرت اس بحث کا منطقی نتیجہ تھی کہ ہندوستان "دارالسلام" ہے یا "دارالحرب" امام احمد رضا اسے دارالحرب قرار نہیں دیتے تھے۔ وہ جانتے تھے کہ اس سے مسلمانوں کیلئے سود کھانا تو جائز ہو جائے گا مگر ہجرت اور تلوار اٹھانا ان پر لازم ہو جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ ہندوستان کو "دارالسلام" مانتے تھے کہ سینکڑوں برس سے مسلمان اس پر حکمران رہے تھے۔ اب بھی اس سرزمین میں امن تھا اور مسلمانوں کو دینی فرائض کی ادائیگی میں کوئی رکاوٹ نہ تھی۔ حیرت ہے کہ جو لوگ انگریز کے زمانے میں ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے پر مصر تھے، آج ہندو راج میں اسے "دارالحرب" قرار دینے کیلئے ایک لفظ بھی زبان سے نہیں نکالتے۔ مطلب واضح ہے انگریز کے سامنے ہندو پس پردہ ان فتوؤں کی تار ہلا رہے تھے، جن میں ہندوستان کو "دارالحرب" قرار دیا جا رہا تھا تاکہ مسلمان انگریز کے خلاف تلوار اٹھائیں اور مر کھپ جائیں اور جو باقی بچیں، وہ ہجرت کر کے اس سرزمین کو ہی چھوڑ جائیں۔ آج اگر ہندوستان کو "دارالحرب" قرار دیا جائے تو ہندو سیکولرازم کا طلسم پاش پاش ہو جاتا ہے۔ مسلمان جہاد کے نام پر برسرِ پیکار ہوں یا ہجرت کریں، سیکولرازم کا بت کدہ سرنگوں ہو جاتا ہے۔ آج ہندوستان کو دارالحرب قرار دینے والے مفتیان کرام کے وارث مہر بلب ہیں اور اس طرح اپنے عمل سے امام احمد رضا کے فتویٰ کی تائید کر رہے ہیں"۔ (۲۱)

تحریک گاؤ کشی

ہندوؤں کی سیاسی چالوں کے پیش نظر اسلامیان ہند اکثر مشکلات کا شکار ہوتے رہے ہیں۔ کیونکہ مکار ہندو بنیا مختلف حیلے بہانوں سے اسلامی عقائد پر وار کرتا رہا ہے۔ اس کی تنگ ذہنیت کی وجہ سے ہی مسلمانوں نے الگ مملکت حاصل کرنے کیلئے جدوجہد کا آغاز کیا تھا لیکن بدقسمتی سے کچھ نام نہاد

مصلحین قوم بزعم خود قیادت کے دعوے دار بن کر اہل کفر کے معاون اور دست و بازو بنتے رہے اور اس کیلئے انہوں نے اپنے ایمان کے مقام کو بھی نہ پہچانا۔ اس سے پہلے آپ "تحریک خلافت"، "تحریک موالات" اور "تحریک ہجرت" میں اس گروہ کی سازشیں ملاحظہ فرما چکے ہیں اور اب چند تاریخی حوالے مزید پیش خدمت ہیں کہ ان نیشنلسٹ علماء نے کس طرح ذاتی مفادات کے عوض ایمان اور قوم کو ہندو کے ہاں گروی رکھنے کی کوششیں کیں۔ ایک وقت آیا جب گاندھی نے ایک نئی سیاسی چال چلی اور مسلمان لیڈروں کو اعتماد میں لے کر ہندوستان میں گائے کی قربانی سے منع کر دیا گیا۔ اس پر نام نہاد مسلمان راہنماؤں نے بھی شعائر اسلام سے کنارہ کشی شروع کر دی۔ بلکہ اس کیلئے عام مسلمانوں کو ترغیب دی جانے لگی۔ چنانچہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی جیسے عالم دین اپنے فتویٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ "اب مسلمانوں کا مقدس فرض یہ ہے کہ وہ گائے کی قربانی سے احتراز کریں۔ نہ صرف اس وجہ سے کہ کروڑوں ہندو بھائیوں کے جذبات کا احترام ضروری ہے بلکہ اس وجہ سے کہ قرآن مجید کا واجب العمل فرمان یہی ہے"۔ اسی طرح مولانا ابوالکلام آزاد کا ارشاد بھی ملاحظہ فرمائیں۔ فرماتے ہیں کہ "اس تمام (گائے کی قربانی) قضیہ کا حل صرف اس بات میں ہے کہ ہر شخص اپنے حقوق پر زور دینے کی بجائے اپنے فرائض کی تکمیل کیلئے تیار رہے"۔ (۲۲)

برصغیر کے نامور حکیم محمد اجمل خاں صاحب نے دسمبر ۱۹۱۹ء میں مسلم لیگ کے صدر کی حیثیت سے چار صفحات پر مشتمل خطبہ صدارت پڑھا۔ اس میں مسئلہ قربانی پر بحث کرتے ہوئے حدیث شریف کو عملاً یا سہواً بدل کر پیش کیا گیا اور مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ وہ طبی نقطہ نظر سے گائے کی قربانی ترک کر دیں۔ (۲۳)

حکیم اجمل خاں کے اس اقدام پر خصوصی طور پر اعلیٰ حضرت کے پیروکار جوش میں آ گئے۔ چنانچہ سب سے پہلے خلیفہ اعلیٰ حضرت پروفیسر محمد سلیمان اشرف نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے حکیم صاحب کی اس غلطی پر گرفت کی اور اپنی مشہور کتاب "الارشاد" میں اس کا رد کیا۔ اسی طرح ایک اور دوسرے بزرگ مولانا عبدالقدیر بدایونی نے گاندھی کے نام کھلی چٹھی میں حکیم صاحب کا تعاقب کیا۔ پروفیسر سلمان اشرف فرماتے ہیں کہ اسی زمانہ میں کانپور میں "جمعیۃ العلماء ہند" کا پہلا اجلاس ہوا۔ اس موقع پر انہوں نے کارکنان جمعیت سے درخواست کی کہ گائے کی قربانی کی مخالفت سے دستبردار ہو جائیں مگر کانگریس کے پراپیگنڈا کی وجہ سے کسی نے توجہ نہ دی۔ پروفیسر موصوف نے مسئلہ قربانی پر اپنا رسالہ "الارشاد" (۱۹۲۰ء) پیش کیا جو تین ماہ کے اندر اندر تین ہزار کی تعداد میں شائع کرایا گیا۔ (۲۴)

علماء حق کی مزاحمت کے باوجود مسٹر گاندھی کی اس تحریک نے اپنا اثر دکھایا۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے وہ بات بتائی کہ مسٹر گاندھی سے پہلی ملاقات کا ہم پر یہ اثر ہوا کہ ان کے خاندان سے گائے کی قربانی موقوف ہو گئی۔ (۲۵) اسی طرح خواجہ حسن نظامی دہلوی جن سے ملاقات کیلئے مسٹر گاندھی خود ان

کے مکان پر گئے تھے، اس مسئلے پر مسٹر گاندھی کے ہمنوا بن گئے۔ آپ نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ ہندو ہمارے پڑوسی ہیں اور گاؤ کشی سے ان کی دل آزاری ہوتی ہے، لہٰذا مسلمان گائے کی قربانی نہ کریں اور اس کے عوض دوسرے جانوروں کی قربانی کافی سمجھیں۔ چاہے ہندو خلافت میں ہمارے کام میں ہمارے مددگار رہیں یا نہ رہیں، ہم کو اس کی کچھ پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ مسلم قوم احسان کی تجارت نہیں کرتی۔(۲۶)

پروفیسر محمد مسعود احمد صاحب نے مولوی انوار الحسن کی کتاب ''تجلیات عثمانی'' کے حوالے سے لکھا ہے کہ جمعیت علماء ہند نے ۱۹۲۱ء میں اپنے ایک اجلاس میں ایک قرارداد منظور کی کہ ہندوستان کے مسلمان گائے کی قربانی کی بجائے بھیڑ بکری کی قربانی کیا کریں۔(۲۷)

ان حالات سے آپ کو اندازہ ہو گیا ہوگا کہ مسٹر گاندھی اور دیگر ہندوستانی مشرکین کی خوشنودی کیلئے ہمارے صاحبان جبہ و دستار کس قدر عاجزانہ کردار ادا کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ انہوں نے خدا کی رضا کی بجائے ہندو سے رواداری اور ان کی خوشنودی کو مقدم سمجھا۔

اب ذرا مسٹر گاندھی کا موقف بھی دیکھ لیجئے۔ ۱۹۱۸ء میں اس نے جو الفاظ کہے تھے انہیں ماہنامہ ''طلوع اسلام'' لاہور نے یوں نقل کیا ہے کہ ایک ہندو بھی ہندوستان کے طول و عرض میں ایسا نہیں تھا جو اپنی سرزمین کو گاؤ کشی سے آزاد کرانے کی امید نہ رکھتا ہو۔ ہندو، عیسائی یا مسلمان کو تلوار کے زور سے بھی مجبور کرنے سے تامل نہیں کرے گا کہ وہ گاؤ کشی بند کر دیں۔(۲۸)

اسی طرح مدارس میں کانگریس کے ایک اجلاس میں جب گائے کی قربانی اور مسجد کے سامنے باجہ بجانے کے سوال پر ایک فیصلہ ہونے لگا تو اگرچہ کانگریس اسے منظور کر چکی تھی مگر بقول مولانا محمد علی، گاندھی نے فرمایا کہ میں رات بھر اس الجھن میں گرفتار رہا۔ اس طرح تو مجھے اندیشہ ہے کہ میں بجائے معین و مددگار بننے کے اور رکاوٹ بن جاؤں گا۔ گائے کا مسئلہ ایسا ہے جس پر نہ میں نہ کوئی اور ہندو رضا مند ہو سکتا ہے۔(۲۹)

اسی طرح ایک دوسری جگہ گاندھوی فلسفہ ظہور پذیر ہوتا ہے کہ گائے کی حفاظت دنیا کیلئے ہندو ازم کا تحفظ ہے اور ہندو ازم اس وقت تک زندہ رہے گا جب تک گائے کی حفاظت کرنے والے ہندو موجود رہیں گے اور اس کی حفاظت کا واحد طریقہ یہ ہے کہ اس کیلئے جان تک قربان کر دی جائے۔(۳۰)

ایسے عالم میں جب ہر طرف اتفاق و اتحاد کے نام پر اسلامی شعائر کو مٹانے کیلئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا تھا، مشرکین ہند کے ساتھ ساتھ راہنمایان اسلام بھی مصروف کار تھے تو پھر کس کی جرات تھی ان صاحبان قلم و قرطاس کا مقابلہ کرے۔ لیکن ہمارے سر اس وقت فخر سے بلند ہو جاتے ہیں جب ہمیں حضرت مجدد الف ثانی کی طرح نائب امام اعظم سرتاج اہلسنت مجدد ماۃ حاضرہ امام احمد رضا خان فاضل بریلوی ''انفس الفکر فی قربان البقر'' (۱۸۸۰ء) کی تلوار ہاتھ میں لئے ہوئے تن تنہا دشمنان اسلام

سے جنگ کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ فاضل بریلوی کے جہاد کا ہی نتیجہ ہے کہ آج برصغیر میں گائے کی قربانی اسلام کے عظیم شعائر کی حیثیت سے جاری ہے۔ چنانچہ جب یہ طوفان بلاخیز زوروں پر تھا تو مختلف اطراف سے فتاویٰ طلب کیے گئے، مختلف عبارتیں ترتیب دے کر علماء کے پاس بھیجی گئیں۔ آل انڈیا مسلم لیگ کی طرف سے ایک استفتاء مرتب کیا گیا۔ اس کے علاوہ ہندوؤں نے بھی عبارتیں لکھ کر علماء کے پاس بھیجیں۔ سب لوگوں نے اپنے اپنے مفادات کے تحت جواب دیئے۔ لیکن امام اہلسنت نے اپنی شان سے قرآن و سنت کے مطابق جواب ارسال فرمایا اور برملا کہا کہ

''ہم ہر مذہب و ملت کے عقلاء سے دریافت کرتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مخالفین کے ڈر سے گاؤ کشی قطعاً بند کر دی جائے اور بلحاظ ناراضی ہنود اس فعل کو شریعت ہرگز اس سے باز رہنے کا ہمیں حکم نہیں دیتی۔ یک قلم موقوف کیا جائے تو کیا اس میں ذلت اسلام مقصود نہ ہوگی۔ کیا اس میں خواری و مغلوبی مسلمین نہ سمجھی جائے گی۔ کیا اس وجہ سے ہنود کو ہم پر گردنیں دراز کرنے اور اپنی چیرہ دستی پر اعلیٰ درجہ کی خوشی ظاہر کر کے ہمارے مذہب و اہل مذہب کے ساتھ شماتت کا موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ کیا بلاوجہ اپنے لئے ایسی ذلت اختیار کرنا ہماری شرع مطہرہ جائز فرمانی ہے؟ حاشا و کلا ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ نہ یہ متوقع کہ حکام وقت صرف ایک جانب کی پاسداری کریں اور دوسری طرف توہین و تذلیل روا رکھیں''۔(۳۱)

امام اہلسنت کے مضمون کا یہ ایک اقتباس پیش کیا گیا۔ اس کے ایک ایک لفظ سے غیرت اسلام اور عظمت شعائر اسلام کے تحفظ کا احساس بیدار ہوتا ہے۔ کسی قسم کی منافقت یا دروغ گوئی سے کام نہیں لیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ بعد ازیں ہندوستان میں جب بھی کبھی اسلام کے خلاف سازش ہوتی تو فاضل بریلوی کے خلفاء و تلامذہ نے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کر مقابلہ کیا۔ چنانچہ فاضل بریلوی ایک دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ''قربانی گاؤ کہ بیشک شعائر اسلام ہے اور جب تک ہنود ہندوستان میں ہیں اس کا باقی رکھنا واجب ہے۔(۳۲)

گاندھی کے دست راست پنڈت سیادیو نے ۲۷ نومبر ۱۹۲۰ء کو متھرا میں اپنی تقریر کے دوران کہا کہ

''جب ہمارے ہاتھ میں اختیار ہوگا جس قدر قوانین ہم بنا سکیں گے بنائیں گے۔ گاؤ کشی کا مسئلہ ہندوستان میں نہایت اہم مسئلہ ہے۔ ہماری متواتر درخواستوں کے باوجود اس بارے میں برٹش گورنمنٹ نے کچھ نہیں کیا۔ تنہا کاٹھیاواڑ میں بہت سی گائیں ذبح ہوتی ہیں۔ جب قانون سازی کی قوت ہمارے ہاتھ میں آئے گی تو ہم فوراً یہ طے کر دیں گے کہ ہندوستان کے اندر گائے کی قربانی نہ ہو اور اگر تم ہماری مدد کرو تو ہم دنیا بھر میں روک سکتے ہیں۔ تم میں یہ قوت ہے جو چاہو کر ڈالو۔ اگر تم اپنے لیڈروں پر بھروسہ کرو گے تو تم ضرور ہندوستان کا راج حاصل کر لو گے''۔(۳۳)

اب سوچنے والی بات یہ ہے کہ ایک طرف ہندو یہ اعلان بڑے فخر سے کر رہے تھے کہ ہم برصغیر سے نکل کر پوری دنیا میں گاؤ کشی پر پابندی لگا دیں گے اور دوسری طرف کئی مسلمان راہنما خود ہی ان کی

منزل آسان کرنے کیلئے معاون و مددگار بن رہے تھے۔ جیسا کہ مندرجہ ذیل تاریخی حوالہ سے آشکار ہے۔ مشہور دیوبندی مولوی عبیداللہ سندھی اپنی سرگزشت میں فرماتے ہیں کہ

''میں نے امیر امان اللہ خاں (والی افغانستان) سے کہا کہ افغانستان میں اعلان کردو کہ گاؤ کشی افغانستان میں منع ہے۔ میرے کہنے پر امیر امان اللہ خاں نے بذریعہ اعلان عام ملک میں احکام جاری کرائے کہ افغانستان میں گاؤ کشی منع ہے۔ اس کے بعد گاندھی جی نے ایک تقریر میں کہا کہ مسلمانوں میں اگر امیر امان اللہ خاں جیسے قانونی بادشاہ ہوں تو ہماری گائیں ذبح ہونے سے بچ جائیں گی۔ (۳۴)

یہ تھے وہ حالات جن میں ہمارے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے ہمیشہ شریعت مطاہرہ کی روشنی میں ہی فیصلہ دیا اور کبھی کسی سیاسی مصلحت کی وجہ سے شریعت کے احکام کی تاویل نہیں کی۔

آخر میں یہ عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اگر برصغیر کے اندر اٹھنے والی تحریکوں کے یہ پہلو اجاگر نہ کیے جاتے اور جس طرح مشرکین کا ہر حکم تسلیم کیا جارہا تھا، بدترین دشمنان اسلام کو منبر رسول ﷺ پر لاکر بٹھایا جارہا تھا تو آج ہمارے خطہ میں اسلام کی صحیح شکل تلاش کرنا مشکل ہوتی۔ یہ امام اہلسنت کی سیاسی بصیرت ہی تھی کہ آپ نے چومکھی لڑائی لڑی۔ انگریز، ہندو اور اس کے ایجنٹوں سے تنہا مقابلہ کیا اور اس وقت تک لڑتے رہے جب تک حق کو فتح حاصل نہ ہوئی۔ بعد میں بھی جب تحریک آزادی اپنی منزل کے قریب پہنچی تو اس کی قیادت بھی اعلیٰ حضرت کے پیروکاروں کے ہاتھ میں تھی، جبکہ مدرسہ دیوبند کے ''نیشنلسٹ علمائے دین'' ہندو کے دسترخوان پر نظر آتے تھے۔ اس مختصر مقالہ میں محدود حوالہ جات پیش کیے گئے ہیں۔ انشاء اللہ عنقریب برصغیر میں دوسری سیاسی تحریکوں پر فاضل بریلوی کے کردار پر مزید لکھا جائے گا۔

ماخذ و مراجع

(۱) مولانا کوثر نیازی امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت

(۲) ابوالطاہر فدا حسین مدیر اعلیٰ ''مہر و ماہ'' لاہور

(۳) سیّد خورشید احمد گیلانی اعلیٰ حضرت ایک نابغۂ عصر

(۴) رئیس احمد جعفری علی برادران

(۵) ڈاکٹر مسعود احمد فاضل بریلوی اور تحریک ترک موالات

(۶) سید نور محمد قادری اعلیٰ حضرت کی سیاسی بصیرت

(۷) ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد حیات امام اہلسنّت

(۸) ایضاً

(۹) رئیس احمد جعفری، قائداعظم اور ان کا عہد

(۱۰) محمد احمد خاں ''اقبال کا سیاسی کارنامہ''

(۱۱) مکاتیب اقبال بنام نیاز الدین خاں بحوالہ ماہنامہ ''کنز الایمان'' تحریک پاکستان نمبر

(۱۲) محمد صادق قصوری ''اکابر تحریک پاکستان''

(۱۳) مجلّہ ''معارف رضا'' کراچی ۱۹۸۵ء

(۱۴) رئیس احمد جعفری، اوراق گم گشتہ

(۱۵) ماہنامہ ''کنز الایمان'' تحریک خلافت نمبر

(۱۶) مولوی عبداللہ غزنوی، مولانا عبیداللہ سندھی کی سرگزشت کابل

(۱۷) مولوی اشرف علی تھانوی ''تحذیر الاخوان عن الربوا فی الہندوستان''

(۱۸) چودھری سردار محمد خاں ''حیات قائداعظم''

(۱۹) فارغ بخاری ''تحریک آزادی اور باچا خان''

(۲۰) مجلّہ ''اوج'' لاہور ''قرارداد پاکستان گولڈن جوبلی نمبر''

(۲۱) مولانا کوثر نیازی ''امام احمد رضا ایک ہمہ جہت شخصیت''

(۲۲) ماہنامہ ''کنزالایمان'' ''تحریک پاکستان نمبر''
(۲۳) ڈاکٹر پروفیسر مسعود احمد ''تحریک آزادی ہند اور سواد اعظم''
(۲۴) ایضاً
(۲۵) پروفیسر محمد سلیمان اشرف الارشاد'' بحوالہ تحریک آزادی ہند اور سواد اعظم''
(۲۶) رسالہ ''ترک گاؤکشی'' مولفہ خواجہ حسن نظامی دہلوی ''بحوالہ ایضاً''
(۲۷) پروفیسر مسعود احمد ''مکتوبات امام احمد رضا مع تنقیدات وتعاقبات''
(۲۸) پروفیسر مسعود احمد ''تحریک آزادی ہند اور السواد اعظم''
(۲۹) قائداعظم اوران کا عہد'' بحوالہ ماہنامہ ''کنزالایمان'' تحریک پاکستان نمبر''
(۳۰) ایضاً
(۳۱) رسائل رضویہ جلد دوم
(۳۲) ''الطاری الداری'' حصہ اوّل
(۳۳) ماہنامہ ''کنزالایمان'' لاہور ''تحریک پاکستان نمبر''
(۳۴) مولانا عبیداللہ سندھی کی ''سرگزشت کابل''

منقبت شریف

پشتو زبان کے شاعر مرحوم حلیم گل خان

دَ عاشقانو امام

دے دَ سنیانو امام

سر م قربان شه دَ شاه احمدؒ رضا خان پهٔ ننګ

دَ خپل جانان پهٔ ننګ

☆

دَ اهل سنت وجماعت مایه ناز عالم وه

دَ حق بینانو په نظر کښ سرفراز عالم دهٔ

حقانیت کښ ډیر اعلیٰ خکلیے ممتاز عالم وه

دعالمانو امام ○ دَ ے دَ سنیانو امام

چه دهٔ نثار د محمدؐ نبیؐ سلطان په ننګ

دَ خپل جاناںؐ په ننګ

☆

دَ خوانئے فارسیئے اردو ژبے اعلیٰ شاعر وهٔ

دَ پاک محبوبؐ نعت خوانیئے کښ سر بالا شاعر وهٔ

درود سلام کښ مشهور دَ خپل مولیٰؐ شاعر وهٔ

دَ شاعرانو امامؒ ○ دے دَ سنیانو امام

وومال او جان یئے لوټے کړې دَ قران پهٔ ننګ

دَ خپل جاناںؐ پهٔ ننګ

☆

فقه حنفی کښې باریك بین او مکمل وۀ دے
امام اعظمؓ بانـدے عاشق حسین اجمل وۀ دے
دَ پاك محبوبؒ په طریقو کلك با عمل وه دے
وۀ دَ صوفیانو امامؒ o دے دَ سُنیانو امامؒ
زار وۀ بلبل دَ طریقت دَ گلستان پۀ ننګ
دَ خپل جانانؐ پۀ ننګ

☆

بریل شریف کښې پیدا شوے هندوستان کښې وۀ
ذاتی پښتون دے دَ بړهیچو خاندان کښې وۀ
نیکۀ صاحب یئے لاپخوا افغانستان کښې وۀ
دَ مُریدانو امامؒ o دے دَ سنیانو امام
دي سالکان یئے پۀ کثرت سره قربان پۀ ننګ
دَ خپل جانانؐ پۀ ننګ

☆

وَړے غلطیئے بَرداشت کولو ته تیار نه وۀ
بَغیر پتکی دَ مونځ کولو مونځ ګذار نه وۀ
دَ مسئلو پۀ حل کولو به حصار نۀ وۀ
دَ فدیانُو امامؒ o دے دَ سنیانو امامؒ
وۀ دَ فرقونه مخالف دَ خوګ ایمان پۀ ننګ

دَ خپل جانانؐ پۀ ننګ

☆

وَرته پۀ مخکښې به وو ناست ټول عالمان خاموش
پردي او خپل به یئے ټول کړل پۀ خپل بیان خاموش
ډیر پۀ ادب به ورته ناست وو سامعان خاموش
دَ صادِقانو امامؒ o دے دَ سنیانوؒ امامؒ
نه وۀ ملګرے دګستاخ دشاه خوبان په ننګ
دَ خپل جانانؐ پۀ ننګ

☆

دي کتابونه یئے چاپ شوي خزانے دَ علم
کنز الایمان کښې شته او چتے نشانے دَ علم
خواګه نظمونه یئے والله دی کارخانے دَ علم
دَ متقیانو امامؒ o دے دَ سنیانوؒ امامؒ
مرګ ته تیار وۀ دَ سردارؐ دو جهان پۀ ننګ
دَ خپل جانانؐ په ننګ

☆

ده فتاوی یئے رضویه مِ دَ دِلبرؒ کتاب
دے دَ شامی نه پس دَ فقے معتبر کتاب
ډیر شو 30 جلدونو کښې چاپ شوے دے بهتر کتاب

دَ هو خیارانو امامؒ ٥ دے دَ سنیانو امامؒ
دی خبر کړی یئے هر قسم نادانان پهٔ ننګ
دَ خپل جانانؐ پهٔ ننګ

☆

دے مدرسه کنز الایمان کښ د جانانؐ عرس دے
شهباز ګړه کښ دَ شاه احمدؒ رضا خان عرس دے
هم دَ مرحوم خکلی صاحب عبدالمنانؒ عرس دے
دَ امامانو امامؒ ٥ دے دَ سنیانو امامؒ
دا سے هستی وه زاریدل یئے شاګردان په ننګ
دَ خپل جانانؐ په ننګ

☆

ښکلے عالم صاحب حق عبدالمنانؒ صاحب
والد صاحب چه وه زمونګ ستاسو دَ ګران صاحب
پوهه کول به دَ ملکونو طالبان صاحب
دَ استاذانو امامؒ ٥ دے دَ سنیانو امامؒ
وهٔ به اولاړ یئے بوډاګان اؤهم ځوانان پهٔ ننګ
دَ خپل جانانؐ په ننګ

☆

نن کلي وال اؤ میلمانهٔ چه دی راغلی دلته

عرسونه دوه دی جمع شوی دی ډیر خکلی دلته
روح الامین استاذ صاحب دی رابللی دلته
دا دنیکانو امامؒ ٥ دے دَ سنیانو امامؒ
سیزی ځانونه محبت کښ پتنګان په ننګ
دَ خپل جانانؐ پهٔ ننګ

☆

عیسوی سن دلته یؤ دپاسه دوهزار لیکمه
تاریخ دَ مئی هم شلم پوره په شمار لیکمه
پهٔ خپل قلم ورځ مبارکه داتوار لیکمه
دَ مخلصانو امام ٥ دے دَ سنیانو امام
جنګیګی تل دَ درویشانو مقتدیان پهٔ ننګ
دَ خپل جانانؐ په ننګ

☆

هر یؤ مقام کښ چه مؤجودوی بریلی صاحبان
رَنګ پهٔ سوچؤ وعقیدودی بریالی صاحبان
عشق دَ حبیبؐ کښ آدب ناك دی ننګیالی صاحبان
دَ صالحانو امام ٥ دے دَ سنیانوؒ امامؒ
زه حلیم ګل وایم اشعار دَ عالی شانؐ پهٔ ننګ
دَ خپل جانانؐ په ننګ

امام اہلِ سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی اور فقہ حنفی

(پیرزادہ اقبال احمد فاروقی مرحوم)

''فقہ'' عربی ادب میں ایسا لفظ ہے، جسے کسی چیز کو کھول کر نمایاں کرنے کے معنی میں استعمال کیا جاتا ہے۔ جاہلی ادب میں کسی لطیف چیز کے انشراح اور اس سے نفیس نتائج کے برآمد کرنے کے عمل کو فقہ کہا جاتا تھا۔ اسلام کی روشنیاں آئیں تو قرآن و احادیث کے مضامین کو کھل کر بیان کرنے، اس کے مفہوم کو خوش اسلوبی سے بیان کرنے کے عمل کو فقہ کہا جانے لگا۔ قرآن کریم نے فقاہت کو اہل علم وفضل کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ پھر احادیث کے شارحین اپنی فقاہت سے ہی دلوں کو روشن کرتے رہے ہیں۔

اسلام کی روشنیوں نے حجاز مقدس سے نکل کر کائنات ارضی کے مختلف خطوں کو درخشاں کرنا شروع کیا تو قرآن وحدیث کی علمی اور روحانی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے صحابہ کرام اور ائمہ اسلام نے جو اہم کردار ادا کیا، وہ فقہ کی ابتدائی منزل تھی جسے آگے چل کر حضرت امام ابوحنیفہ، حضرت احمد بن حنبل، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رضی اللہ عنہم نے بام عروج تک پہنچایا۔ ان ائمہ مذہب نے قرآن وحدیث کے مطالب و معانی کو کائنات کے گوشے گوشے تک پہنچانے کے لئے اپنی زندگیاں وقف کردیں۔ فقہ کے ان بلند مراتب ائمہ میں سے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ نے قرآن وحدیث کی روشنیاں پھیلانے کے لئے فقہ کے وہ اصول مرتب کئے، جس سے چار دانگ عالم روشن ہوگئے۔ عالم اسلام کے افق پر فقہ حنفی نے اسلامی معاشرہ کی راہنمائی کے لئے بے مثال کردار ادا کیا اور امام اعظم ابوحنیفہ کے تلامذہ اور فیض یافتہ شاگردوں نے فقہ حنفی کی روشنی میں قرآن وحدیث کے مطالب کو دور دور تک پھیلایا۔

برصغیر پاک وہند میں اسلام کا علمی اور روحانی قافلہ فقہ حنفی ہی کی راہوں پر چل کر پہنچا اور اسلامی سلطنت کا مشرقی علاقہ فقہ حنفی کے انوار سے روشن ہوا۔ عالم اسلام کے دوسرے ممالک سے قطع نظر، برصغیر پاک وہند میں فقہ حنفی نے اسلامی معاشرت کے لئے جو قانون وضع کئے، وہ بلا امتیاز مذہب وملت تمام انسانوں کے لئے رحمت ثابت ہوئے۔

اگرچہ برصغیر میں فقہاء اسلام نے صدیوں اپنا علمی کردار ادا کیا مگر بیسویں صدی میں خصوصیت کے ساتھ امام اہل سنت اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فقہ حنفی کو فروغ دینے اور شریعت کے قوانین کو مربوط کرنے میں جو اہم کردار ادا کیا، اس کی مثال نہیں ملتی۔ ان کی ان فقہی کوششوں کو دیکھ کر مفکر اسلام علامہ اقبال نے کہا تھا ''فاضل بریلوی ہمارے وقت کے امام ابوحنیفہ ہیں۔''

امام اہل سنت مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے اور ۱۹۲۱ء تک فقہ حنفی کی تدوین وتشریح میں سرگرم عمل رہے انہوں نے پچاس سے زیادہ علوم پر کتابیں لکھیں فقہ حنفی پر ان کی کتابوں کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ انہوں نے ایک ایک مسئلہ کو فقہ حنفی کی روشنی میں حل کیا اور اہل علم وفضل کی راہنمائی کی۔ آپ کے فتاویٰ رضویہ کی بارہ[1] ضخیم اور مبسوط جلدیں فقہ حنفی کا ایک بے مثال انسائیکلوپیڈیا ہیں، جس سے آج ہر مکتبہ فکر دینی مسائل کے حل کے لئے راہنمائی حاصل کرتا ہے۔

میں دنیائے اسلام کے اس فقیہ اعظم کی اجتہادی اور فقہی تشریحات کی مثالیں بیان کرکے آپ کے ذہنوں کو گراں بار نہیں کرنا چاہتا مگر چند مثالیں پیش کرکے اپنے اس دعویٰ کو تقویت پہنچانے کی اجازت چاہتا ہوں کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے فقہی مسلک کے صرف ترجمان ہی نہ تھے بلکہ موجودہ مسائل کو اجتہادی انداز سے حل کرنے میں کمال رکھتے تھے۔ آپ نے تیمم کے موضوع کو فقہ حنفی کی روشنی میں بیان کرتے ہوئے تین سو گیارہ امور کی وضاحت فرمائی۔ پھر بتایا کہ زمینی تعلق کے پیش نظر ایک سو اکیاسی چیزوں پر تیمم جائز ہے۔ ان ایک سو اکیاسی میں سے چوہتر

۱؎ فتاویٰ رضویہ جدید تخریج وعربی فارسی عبارات کے ترجمہ کے ساتھ ۳۳ جلدوں میں طبع ہو چکا ہے۔

(۷۴) وہ ہیں جو سابق فقہا نے بیان کی ہیں مگر ایک سو سات وہ ہیں جنہیں اعلیٰ حضرت نے اپنے فقہی اجتہاد سے امام ابوحنیفہ کے مذہب پر بیان کیا۔ اس طرح آپ نے ۱۱۳۰ ایسی اشیاء کا تجزیہ کیا جو بظاہر زمین کا جزو دکھائی دیتی ہیں مگر ان پر تیمم جائز نہیں۔

عصر حاضر کے ایک نامور دانشور حکیم محمد سعید صاحب دہلوی رئیس ہمدرد فاؤنڈیشن پاکستان نے جب اعلیٰ حضرت کی اس تحقیقاتی کتاب کو پڑھا تو مرکزی مجلس رضا لاہور کو لکھا کہ میں اس ضمن میں اعلیٰ حضرت کی طبی بصیرت پر ہدیہ تحسین پیش کئے بغیر نہیں رہ سکتا، جس میں انہوں نے اظہار خیال فرمایا ہے جو ہمارے خیال میں عام حیثیت رکھتی تھیں۔

خواجہ حسن نظامی دہلوی مرحوم برصغیر پاک و ہند میں خانقاہی نظام کے ایک اہم رکن ہی نہ تھے بلکہ ان کا شمار ارباب قلم و علم میں نمایاں ہوتا تھا۔ وہ بعض سجادہ نشینان وقت کی طرح ”سجدۂ تعظیمی“ کے قائل تھے مگر اعلیٰ حضرت عظیم البرکت نے شریعت محمدی میں غیر اللہ کے لئے ہر قسم کے سجدہ کو حرام قرار دیتے ہوئے ایک مستقل کتاب لکھی جس میں متعدد آیات قرآنی، چالیس احادیث نبوی اور ڈیڑھ سو نصوص فقہ پیش کرتے ہوئے اہل علم و فضل کے لئے راہنمایانہ اصول مرتب کئے اور بتایا کہ شریعت مطہرہ میں اللہ کے سوا کسی کو سجدے کی اجازت نہیں۔

اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی نے فقہا کے مختلف طبقات کی تحریروں کو سامنے رکھا اور ان سے فقہ حنفی کی روشنی میں مسائل کا حل پیش کیا۔ آپ کے سامنے مجتہدین فی الشرع، مجتہدین فی المذاہب، مجتہدین فی المسائل، اصحاب تخریج، اصحاب ترجیح، ممیزین اور مقلدین کی بے شمار تحریریں ذہن میں موجود تھیں۔ آپ نے ان تمام طبقات کی تحقیقات و تنقیحات کی روشنی میں فقہ حنفی کی اہمیت کو نمایاں کیا۔

میں اسلامی تاریخ کے ان عظیم الشان فقہاء کا موازنہ تو نہیں کرنا چاہتا مگر میں اس حقیقت کو علیٰ وجہ البصیرت واضح کرنا چاہتا ہوں کہ امام احمد رضا نے علامہ شامی، علامہ طحطاوی جیسے سینکڑوں عظیم المرتبہ فقہاء کی تحریروں پر گفتگو کرتے ہوئے کمال نتائج اخذ فرمائے ہیں۔ برصغیر پاک و ہند کے وہ فقہاء جو فتویٰ نویسی میں ید طولیٰ رکھتے تھے اعلیٰ حضرت کی گرفت کے سامنے طفلِ مکتب ہی نظر نہیں آتے، بلکہ ”طفلان غلط نویس“ دکھائی دیتے ہیں۔

حضرات مکرم! میں اپنے اس مختصر سے مقالے میں اعلیٰ حضرت کے ان معاقبات کی مثالیں پیش نہیں کرنا چاہتا۔ جہاں آپ نے اپنے ہم عصر فقیہان پاک و ہند کو فقہ حنفی کی چکا چوند روشنیوں میں مبہوت کر کے رکھ دیا تھا۔ آپ نے فقہ امام ابوحنیفہ کی صرف ترجمانی ہی نہیں کی بلکہ اپنے رفقاء اور شاگردوں کا ایک ایسا ’مکتب فقہ‘ ترتیب دیا جنہوں نے آپ کے بعد فقہی دنیا میں راہنمایانہ کردار ادا کیا۔ حضرت مولانا امجد علی اعظمی آپ ہی کے دستر خوان فقہ کے خوشہ چیں تھے، جنہوں نے ”بہار شریعت“ جیسی اہم کتاب سترہ جلدوں میں مرتب کی۔ مولانا رکن الدین الوری ”خیابان رضا“ کے خوشہ چیں تھے، جنہوں نے آٹھ جلدوں میں ”رکن الدین“ لکھی۔ علامہ سید ابوالبرکات سید احمد قادری آپ کے ہی دستر خوان علم کے لقمہ چیں تھے، جنہوں نے ”فتاویٰ برکاتیہ“ کی دس جلدیں مرتب کیں۔

فقیہ عصر مولانا محمد نور اللہ نعیمی بصیر پوری آپ ہی کے فیضان سے تربیت یافتہ تھے، جنہوں نے چھ جلدوں میں ”فتاویٰ نوریہ“ ترتیب دیا۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی آپ ہی کے مکتبِ فقہ کے طالب علم تھے، جنہوں نے ”فتاویٰ نعیمیہ“ سے ہماری رہنمائی فرمائی۔

آج ہم فخریہ طور پر امام اہل سنت فاضل بریلوی اعلیٰ حضرت احمد رضا خان محدث بریلوی کو امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی فقہ کا ترجمان اور پاسبان قرار دے رہے ہیں۔ آج جنوبی افریقہ آزاد ہوا ہے تو وہاں کی گورنمنٹ نے اعلیٰ حضرت کے ”فتاویٰ افریقہ“ اور ”فتاویٰ رضویہ“ کو وہاں کے مسلمانوں کے لئے ”پرسنل لا“ کے فیصلوں کے لئے منظور کیا ہے۔ آج عراق کے صدر صدام حسین نے ”فتاویٰ رضویہ“ کا عربی میں ترجمہ کرنے کے لئے علماء کرام کا ایک بورڈ تشکیل دیا ہے اور مجھے یہ اعلان کرنے کی اجازت دیں کہ اگر ہم پاکستان میں نظام مصطفیٰ اور نفاذ شریعت میں کامیاب ہو گئے تو ہمارے شرعی مسائل یقینی طور پر ”فتاویٰ رضویہ“ کی روشنیوں میں حل ہوں گے اور ہمارے دینی مسائل کے حل کے لئے اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی کی تشریحات مینارۂ نور ثابت ہوں گی۔

نوٹ: یہ مقالہ مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۹۵ء کو امام اعظم کانفرنس، منعقدہ ہوٹل فلیٹیز لاہور میں پڑھا گیا۔ (ماہنامہ جہان رضا لاہور۔ دسمبر ۱۹۹۵ء)

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: جامعہ تبیان القرآن بلندے کاٹلنگ ضلع مردان

مہتمم: مولانا عبدالمنان ہاشمی

موبائل: 0345-6560733, 0311-6560733

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: سید ذلفت شاہ ، حاجی آباد شریف عمرزئی چارسدہ صوبائی سیکرٹری مالیات

مرکزی جماعت اہلسنت پاکستان خیبر پختونخوا

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: حکیم محمد فاروق سیفی شہباز گڑھی

نورالوہاب، واحد علی نقشبند سابق اُمیدوار برائے قومی اسمبلی NA-II مردان

خیر الابرار، سید الابرار، فیض الابرار، حمزہ، مجاہد، افضل، حسین

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: پیر طریقت و رہبر انجینئر پیر محمد ارشد فاروق علوی قادری چشتی

آستانہ عالیہ علویہ قادریہ مردان

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: جامعہ محمودیہ رضویہ (اُتلہ) ضلع صوابی علاقہ گدون نزد جامع مسجد اُتلہ

سرپرست اعلیٰ؛ مفتی غیاث احمد فاروقی مجددی اٹکوی رابطہ: 0300-7028185

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلیٰحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: پیر طفیل احمد جان زکوڑی شریف

سجادہ نشین خانقاہ زکوڑی شریف ڈیرہ اسماعیل خان

مبارکباد

صوبہ خیبر پختونخوا مردان کی تاریخ میں پہلی مرتبہ امام مجدد اعلحضرت الشاہ احمد رضا خان قادری بریلویؒ کا خصوصی نمبر شائع کرنے پر ہم مجلہ جام کوثر کے چیف ایڈیٹر محترم جناب انصار الابرار صاحب اور پوری ٹیم کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

منجانب: علامہ ڈاکٹر محمد شفیق قادری امینی

سجادہ نشین دربار عالیہ امینیہ قادریہ

حاجی آباد شریف عمرزئی چارسدہ

مردان: پیر جمال الدین چشتی جلسہ کی صدارت کرتے ہوئے جب کہ ساتھ معروف شخصیت حیات خیبر ملنگ بھی تشریف فرما ہے۔

مردان، پیر طفیل احمد جان ذکوڑی شریف مردان میں اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے جبکہ انصار الابرار بھی ساتھ موجود ہے۔

مردان، پیر طفیل احمد جان زکوڑی شریف کے زیر صدارت اجلاس سے انصار الابرار خطاب کرتے ہوئے۔

پیر جمال الدین چشتی ایک جلسہ کے دوران جبکہ معروف شخصیت حیات منیجر ملنگ بھی تشریف فرما ہیں۔
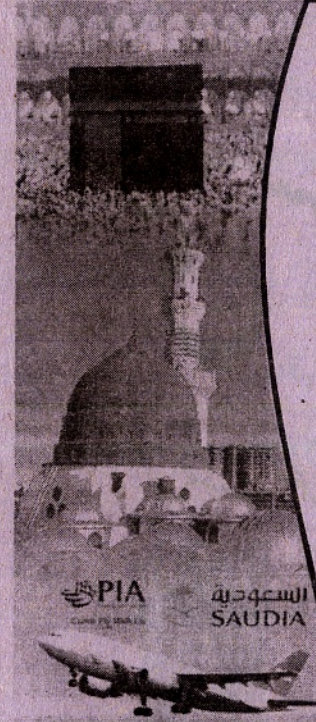
تحریک ملنگان اسلام پاکستان

اغراض ومقاصد

وحدانیت جلالہ اور تحفظ مقام مصطفیٰ ، انبیاء کرام،
صحابہ کرام، شہداء کرام، اولیاء کرام، امت مسلمہ،
عروس اولیاء کرام اور مساجد ومدارس کی خدمت کرنا
اور اپنے ملک پاکستان کا بھرپور تحفظ اور خدمت کرنا۔
اسلام اور شعائر اسلام، عقیدت حق اولیاء کرام کی ترغیب کرنا فی سبیل اللہ
آپ تحریک ملنگان اسلام پاکستان کے اغراض ومقاصد سے متفق ہیں۔
تو آئیں اس تحریک کا حصہ بنئے۔ پر خلوص دعوت دیتے ہیں

بانی وخادم تحریک
پیر جمال الدین چشتی قریشی اجمیری
سجادہ نشین حضرت سرکار لیونو باباجیؒ المعروف کانڑاہ پیر صاحبؒ

مرکزی دفتر: میاں کلے پیر آباد مزار شریف بازار بیلے بابا
تحصیل الپوری ضلع شانگلہ خیبر پختونخواہ

رابطہ: 0996-411199, 099-410695, 0345-9712865, 0321-9712865